بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقّانیّہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ

الحق

ماھنامہ

ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ جولائی ۲۰۰۰ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

الہلال

واذا لم تر الہلال فسلّم لاناس رأوہ بالابصار

اگر تو نے الہلال نہیں دیکھا تو ان لوگوں کو سلام اور (معانقہ) کر جنہوں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا

★ شیخ الھندؒ نے فرمایا: ہم اپنا اصلی کام بھولے ہوئے تھے "الہلال" نے یاد دلا دیا ★ علامہ اقبالؒ نے "الہلال" کے دس خریدار مہیا کیے۔ ★ مولانا محمد علی جوہرؒ نے فرمایا: میں نے لیڈری ابوالکلام کی نثر اور اقبال کی شاعری سے سیکھی۔ ★ مولانا حسرت موہانیؒ نے یوں خراج عقیدت پیش کیا: جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر نظمِ حسرت میں بھی مزا نہ رہا ★ مولانا غلام رسول مہر فرماتے ہیں: "مولانا آزاد فضائل و مکارم، علم و فضل کا ایک عجیب پیکر تھے۔ ان کا ہفتہ وار اخبار "الہلال" ۱۹۱۲ء میں ابرِ بہار کی طرح فضائے کلکتہ پر نمودار ہوا۔ اور ظاہر و باطن میں ایسی شہرت و ہر دلعزیزی حاصل کر لی جو نہ پہلے کسی کو ہوئی اور نہ بعد میں حاصل ہو سکی، انہوں نے حقائقِ کتاب و سنت جس دلپذیر انداز میں پیش کیے، اس کی مثال پھر نہ مل سکی نیز علم و فضل کے ہر دائرے میں ان کا امتیاز یگانگی قائم رہا۔" ★ اقبال: تمام ہندوستان میں ایک عالم تھا جو کم و بیش مجتہدانہ حیثیت رکھنے کا اہل تھا۔ ☆ سید سلیمان ندوی: اقبال، محمد علی اور ابوالکلام تھوڑے سے فرق سے ایک ہی منزل رجوع الی الاسلام کے منادی ہیں ★ سید ابوالاعلیٰ مودودی: مولانا آزاد ایک شریف النفس اور وسیع الظرف انسان تھے وہ ان حضرات میں سے تھے جو مخالفین کی گالیاں تو سنتے ہیں لیکن کبھی کوئی ان کی زبان سے کسی کے لئے گالی نہیں سنتا۔ ★ بہادر یار جنگ: میں "الہلال" ہی پڑھ کر مقرر ہوا ہوں ★ رئیس احمد جعفری: بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری ☆ شورش کاشمیری: آفاقہا گردیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری ★ سید ابوالحسن علی ندوی: "الہلال" سحرِ حلال تھا۔ ★ امین احسن اصلاحی: ان کا دماغ کئی ہزار دماغوں کو نچوڑ کر بنایا گیا ہے۔ ★ عصمت انونو: ترک عوام انہیں نہیں بھلا سکتے جنگِ بلقان اور پہلی جنگ کے موقع پر ایشیا کے وہ واحد شخص تھے جنہوں نے نہایت دلیری اور بے باکی سے ("الہلال" کے ذریعہ) ترکوں کی حمایت کی اور اس حق گوئی کی پاداش میں انگریزوں کی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ★ حمید نظامی: اب خدا کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کو آسرا یہ ابوالکلام آزاد ہی ہیں (طویل اداریے سے اقتباس)

اس کے علاوہ "الہلال" اور ابوالکلام کے متعلق اتنی عمدہ اور جامع آراء ہیں کہ ایک دفتر بن جائے، کتاب و سنت اور فقہِ دین کی تفہیم کا یہ ذخیرہ کبریت احمر کی طرح تقریباً نایاب تھا۔ الحمد للہ مساعی کامیاب ہوئیں اور ہم نے اصل سائز میں اصل نسخ کو چھاپ کر بر صغیر کی بڑی لائبریریوں میں پہنچا دیا، لیکن ایک ضرورت اور داعیہ باقی رہا کہ فقہ کتاب و سنت اور اسلامی سیاست کا یہ ذخیرہ بخط نستعلیق مع حواشی عام ہو تا کہ شائقین اور اہلِ ذوق اس سے باآسانی استفادہ کر سکیں

بّر صغیر پاک و ہند اور عالمِ اسلام کی دینی تحریکیں "الہلال" کی صدائے باز گشت ہیں۔

اللہ کے فضل و کرم پر توکل و اعتماد کرتے ہوئے الہلال، البلاغ، الہلال کے تینوں دور انشاء اللہ چھ بڑی جلدوں میں مکمل ہوں گے اور ہر جلد کم و بیش بارہ صد صفحات پر مشتمل ہو گی۔ سوائے اشتہارات کے کوئی چیز حذف نہ ہو گی/250 روپے پیشگی جمع کرانے پر ہر جلد/250 کی وی پی روانہ ہو گی جبکہ مکمل ہونے پر فی جلد قیمت پانچ صد ہو گی۔ پانچ خریدار مہیا کرنے والے اور پیشگی/1250 روپے بھیجنے والے کو ہر جلد مفت مہیا ہو گی بشرطیکہ خریدار ہر جلد کی وی پی وصول کرتے رہیں اس کا انتظام کر لیا گیا ہے کہ ہر چھ ماہ میں ایک جلد آجائے پہلے بھی آسکتی ہے مواد یا لوازمہ تو موجود ہے کمپوزنگ، حروف خوانی، طباعت و جلد کا کام کرنا ہے انشاء اللہ یہ کام تین سال میں بلکہ اس سے بھی کم مدت میں مکمل ہو جائے گا۔ نیز پیشگی بھیج کر خریدار بننے والوں کو مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال اور چودھری افضل حق کی کتب پچاس فیصد رعایت پر مہیا کریں گے اگر خدانخواستہ کاغذ دس فیصد سے زائد گراں ہو جاتا ہے تو اسکی نسبت سے قیمت میں اضافہ ہو گا آخری جلد پیشگی کی بناء پر مفت روانہ خدمت ہو گی

حماد ارشد بن عبدالرشید ارشد الہلال اکیڈیمی ۲۵۔ سی لوئر مال لاہور

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ـ ـ ـ ـ 35
شمارہ نمبر ـ ـ ـ 10
ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
جولائی 2000ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: تحریک طالبان افغانستان سے چند گزراشات .... راشد الحق سمیع حقانی ۲
حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور تزکیہ نفس (قسط نمبر ۱) .... ڈاکٹر محمد امین ۷
صرف اسلام ہی جاپانی قوم کے مسائل کا حل .... مولانا محمد رابع حسنی ندوی ۱۵
رجم کی سزا اور حدود آرڈیننس 1979ء .... جناب اظہر جاوید ۱۹
امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ کے استاد ابن سلام ہرویؒ .... ڈاکٹر نور احمد شاہتاز ۳۳
مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کی یاد میں .... ڈاکٹر مولانا محمد طاہر ۴۳
شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کی کرامت .... مولانا حکیم محمد عمر ۵۲
دار العلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۵۴
(قطعہ تاریخ) ہائے شہادت مولانا محمد یوسفؒ شہید .... مولانا محمد ابراہیم فانی ۵۷
مسلم ممالک میں این جی اوز کا گھناؤنا کردار .... مولانا حافظ محمود قاسم ۵۸
بر صغیر میں مسلمانوں کی آمد کے سلسلے میں تاریخی غلطی کا ازالہ .... مولانا محمد صدیق اراکانی ۶۰
تبصرہ کتب .... م ـ ا ـ ف ۶۳

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: (0923) 630340-630435
ای میل ایڈریس: Email : haqqania@hotmail.com
سالانہ بدل اشتراک۔ اندرون ملک فی پرچہ -/15 روپے سالانہ -/150 روپے بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

Baber Hanif Computer Compositer

نقش آغاز راشد الحق سمیع حقانی

تحریک طالبان افغانستان سے چند گزارشات

ع خوگر حمد سے تھوڑا سا "گلہ" بھی سن لے

تحریک طالبان افغانستان ملت مسلمہ کے دیرینہ خوابوں کی عملی تعبیر بلکہ یوں کہیے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لے کر برصغیر کی جملہ اسلامی تحریکات خصوصاً دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم حقانیہ کی پیہم شبانہ روز کوششوں کا نتیجہ اور حاصلِ فکر و عمل کا نام ہے۔ یہ تحریک کوئی حادثاتی یا معروضی حالات کے نتیجے کے طور پر اچانک نہیں اٹھی۔ بلکہ اسکی بنیادوں اور خمیر میں کئی صدیوں کی جدوجہد اور لاکھوں شہیدوں کا خون شامل ہے۔ تب ہی یہ عزم و ہمت کی پر شکوہ عمارت آج سربفلک نظر آرہی ہے۔ اور اسکے سامنے اوجِ ثریا آج اپنی تمام تر رفعتوں کے باوجود سرنگوں نظر آرہی ہے اور علماء و مشائخ اور دین دار طبقے کی عزت و ناموس اور قباء و دستار کا شرف، عظمت و افتخار کی کہکشاں سے فروزاں ہے۔

الحمدللہ تحریک طالبان افغانستان نے چھ سالہ اقتدار میں دنیا پر یہ ثابت کردیا ہے کہ علماء، فضلاء اور دینی مدارس کے فارغ التحصیل بوریا نشیں نظام حکومت کی پیچیدہ، سیاسی اور نازک ذمہ داریاں بااحسن طور نبھا سکتے ہیں۔ درس و تدریس، مسجد کی امامت اور مدرسے کی نظامت کے ساتھ ساتھ مملکت اور حکومت کی تشکیل ملک و قوم کی تعمیر اور آئین و دستور سازی پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ جو لوگ طالبان کی حکومت کو چند دنوں کی مہمان بلکہ موسمی ہوا سمجھتے تھے اور اسے بچہ سقہ کی حکومت کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے۔ طالبان کی پائیدار چھ سالہ دور حکومت نے ان کے خوابوں اور تجزیوں پر اوس ڈال دی ہے۔ الحمدللہ طالبان حکومت کی اب تک کی مجموعی کارکردگی ماضی کی حکومتوں سے زیادہ اچھی، بے مثال اور قابل تحسین رہی ہے۔ امنِ عامہ کے لحاظ سے اس کی کارکردگی ناقابل فراموش ہے۔ جس کا اعتراف دوست تو دوست دشمن بھی کررہے ہیں لیکن اب کچھ نئے حالات، داخلی واقعات اور زمینی حقائق اور بین الاقوامی رویوں میں واضح تبدیلی اور عالم

اسلام کی عدم دلچسپی کے باعث چند اصلاحی اقدامات کو قبول کرنا تحریک طالبان کے لئے ناگزیر بن گیا ہے۔ اور وقت کچھ نئے اقدامات اور پالیسیوں کا متقاضی ہے۔.........

ان سطور سے خدانخواستہ تحریک طالبان پر کچھ بے جا تنقید یا بے مقصد تنقیص مقصود نہیں۔ کیونکہ طالبان ہم سے ہیں اور ہم طالبان سے ہیں۔ دینی مدارس بالخصوص دارالعلوم حقانیہ اور طلباء کا رشتہ ناخن اور گوشت کا سا ہے۔ طالبانِ افغانستان مدارس اسلامیہ کی پہچان ہیں۔ اور ہم اپنی پہچان سے بیگانہ نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی یہ برداشت کر سکتے ہیں کہ خدانخواستہ تحریک طالبان ناکام ہو جائے۔ یا اس پر کوئی آنچ آئے۔ اگر خدانخواستہ افغانستان میں تحریک طالبان (خاکم بدہن) ناکام ہو جائے تو اس سے پوری دنیا میں مسلمانوں کی سبکی ہو گی۔ اور تحریکات اسلامیہ کو انتہائی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اور خصوصاً پاکستان میں اسلامی انقلاب برپا کرنا تو کجا اس کی آواز بلند کرنا بھی مشکل ہو جائے گا۔

اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ اب جبکہ کاروانِ طالبان کو چلے ہوئے عرصہ ہو گیا ہے اس لئے ان کو نئے سفر سے پہلے پیچھے کی طرف نگاہ ڈالنی چاہیے کہ اس سفر میں انہوں نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ اور اپنے نئے سفر کے لئے تازہ عزم وہمت اور وسیع النظر اور کشادہ ظرف پالیسیوں کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔ تب ہی منزل کا حصول آسان اور مفید ثابت ہو سکے گا۔

اس لئے اس سلسلے میں چند مخلصانہ و ہمدردانہ گزارشات طالبان کی مادر علمی دارالعلوم حقانیہ اسکے اساتذہ کرام' امت مسلمہ کے بہی خواہ اور دین و طالبان سے گہری وابستگی رکھنے والے عرض کرنا چاہتے ہیں اور الدین النصیحہ کے مطابق اپنے شاگردوں کے سامنے چند تجاویز اور معروضات بھی پیش کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان کے آئندہ کے سیاسی اور سفارتی سفر اور پیش آمدہ نئے عالمی اور جغرافیائی حالات میں ان کیلئے مزید آسانیاں اور سہولیات پیدا ہوں۔

(۱) سب سے پہلی چیز تو یہ آپ کے پیش نظر ہونی چاہیے کہ دنیا کا عارضی اقتدار و حکومت آپکا نہ مقصد رہا ہے اور نہ آئندہ ہونا چاہیے اور نہ ہی یہ آپکی اصلی پہچان اور وراثت ہے۔

(۲) آپکی پالیسیوں میں خصوصاً داخلی طور پر بہر صورت لچک رہنی چاہیے۔ یہ آپ کے حق میں انتہائی مفید ہو گا۔ اگر آپ کی پالیسیاں داخلی طور پر بھی پتھر کی لکیر کی مانند رہیں تو کئی خدشات کے

اٹھنے کا امکان ہے۔ کیونکہ تحمل، رواداری، حکمت عملی، قوت برداشت، لچک اور نرمی کامیاب حکمرانوں کا سب سے بڑا سرمایہ رہا ہے۔ پھر جس شاخ میں لچک کا مادہ نہ ہو تو اسکے ٹوٹنے یا کمزور ہونے کا اندیشہ اور فکر ہر وقت لگی رہتی ہے۔

(۳) قرآن و سنت، حدود و تعزیرات کی تنفیذ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو جاری کرنا بحیثیت حکمران طبقے کے آپکی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ لیکن تنفیذ احکام میں ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة کا پہلو نمایاں ہونا چاہیے۔ اور تدریج کا عمل اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہی اصول، اسلوب اور طریقہ کار اسلام، قرآن اور حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کا رہا ہے۔ بعض فروعی اور ثانوی مسائل اور جزئیات میں ضرورت سے زیادہ شدت پسندی عوام میں ناپسندیدگی کی وجہ بنتی جارہی ہے۔ آپ کا عوام اور شہریوں کے ساتھ برتاؤ، سلوک، رویہ نرم اور اعلیٰ اخلاق پر مبنی اور مصلحت پسندانہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہی آداب حکمرانی کے اصول ہیں۔ پھر آپ دیکھتے جائیں کہ آپ کے اچھے کردار و گفتار علم و عمل، حکمت و دانش اور صفات حسنہ و اخلاق مزینہ سے آپکی رعایا خود بخود اس قول کے مطابق مسخر ہو جائے گی کہ الناس علی دین ملوکھم افغانیوں کو بے جا سختی، تشدد، دباؤ یا دوسرے شدت پسندانہ حربوں سے قابو نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں اب تک کئی شکایات گاہے گاہے پاکستانی علماء اور خصوصاً دارالعلوم حقانیہ پہنچ رہی ہیں۔ کہ چند ناعاقبت اندیش پہلے یا دوسرے درجے کے طلبہ یا سابقہ کیمونسٹ عناصر دینی طلبہ کا روپ دھار کر تحریک طالبان کو بدنام کررہے ہیں۔ اور بعض حکومتی کارندوں کے بے تکے احکامات و اقدامات بھی لوگوں کو متنفر کررہے ہیں۔ ان عناصر کے انفرادی عمل اور منفی کردار کے باعث پوری تحریک طالبان کے مجموعی تاثر اور اعلیٰ مقاصد کے حصول پر حرف آنے لگا ہے۔ یہ صورت ہمیں اور دیگر دین دار طبقوں کے لئے کسی طور بھی قابل قبول نہیں۔ یہ بات آپ کے پیش نظر ہونی چاہیے کہ آپکا ہر اچھا اور برا عمل اور ہر انداز مدارس دینیہ، علماء کرام اور خصوصاً دارالعلوم حقانیہ کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ ہماری پگڑی اس وقت آپ کے سروں پر ہے۔ اب یہ آپ کے عمل پر منحصر ہے کہ اسے آپ آسمان پر پہنچاتے ہیں یا زمین پر پٹختے ہیں۔ اگر خدانخواستہ آپ سے برے افعال و احکام صادر ہونگے تو خلق خدا اور خصوصیت کے ساتھ مخالفین کی انگلیاں آپ کے مشائخ اور اکابر

کی طرف ہی اٹھیں گی۔ اپنی صفوں سے ایسے دوست نما دشمنوں کو فوراً نکالیں کہ ایسی مچھلیاں پورے تالاب کی گندگی کا ذریعہ بنتی ہیں۔

(۴) خارجہ پالیسی کسی بھی ملک کے لئے ریڑھ کی ہڈی متصور ہوتی ہے۔ اس پر آپ کو بھرپور توجہ دینی چاہیے اور حکمت مومنانہ اور اسلامی سیاست کے مطابق از سرنو اسکا جائزہ لینا چاہیے۔ یہ امر تو طے ہے کہ عالم کفر آپ سے کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتا۔ لیکن پورے عالم اسلام سے ساری زندگی علیحدہ اور الگ تھلگ رہنا شاید دیر تک آپ کے لئے ناممکن ہو۔ اور اسکی تازہ مثال قحط کے ایام میں بھی آپ لوگوں سے عالم اسلام کی دوری آپکے سامنے ہے۔ اسلامی ممالک کی تجاویز اور مشورے آپ کو قبول کرنے چاہئیں۔ (اگرچہ اکثریتی مسلم ممالک مغرب کے پروردہ ہیں لیکن معدودے چند مسلم ممالک پھر بھی آپ کے لئے حقیقی ہمدردی اور سچا جذبہ رکھتے ہیں۔) بہرحال علماء و مشائخ عامۃ المسلمین اور ملت مسلمہ آپکی بہی خواہ اور ہمدرد ہے۔ اگر اس طبقہ سے آپ کے لئے کوئی تجویز سامنے آتی ہے تو اس پر کبیدہ خاطر ہونے کی بجائے سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ خارجہ پالیسی میں حضور ﷺ، خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کے یہود و نصاریٰ کے ساتھ کئے گئے معاہدے اور قرار دادیں آپ کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہیں۔

(۵) جہاد افغانستان میں مصروف سات جہادی تنظیموں میں الحمدللہ صرف علماء کی جماعتیں ایسی ہیں جنکا دامن آپس کے باہمی جھگڑوں اور قتل و قتال سے محفوظ رہا ہے۔ مثلاً حرکت انقلابِ اسلامی افغانستان کے امیر مولوی محمد نبی محمدی، مولانا یونس خالص فاضل دارالعلوم حقانیہ اور مولانا جلال الدین حقانی وغیرہ کی مثالیں دنیا پر واضح ہیں۔ یہ حضرات نہ صرف تحریک طالبان کے موید ہیں بلکہ انہوں نے اپنی تنظیمیں اور جماعتیں بھی طالبان کے حق میں تحلیل کر دی ہیں۔ اور آج تک روز اول کی طرح آپ کی حمایت میں مصروف ہیں۔ لیکن تحریک طالبان کے زعماء نے ان سے بھی مکمل رہنمائی اور وہ عملی کام نہیں لیا جو انکی خصوصیت ہے۔ خصوصاً مولانا جلال الدین حقانی طالبان حکومت کے بڑے حامی ہیں اور مخالفین کے خلاف انہوں نے بڑی جدوجہد بھی کی ہے۔ گو کہ وزارت سرحدات کا قلمدان انکے سپرد ہے لیکن اس میں انکی صلاحیتیں کھل کر سامنے نہ آسکیں۔ ہماری نظر میں مولانا جلال الدین کی خدمات، تجربے اور بین الاقوامی تعلقات کے پیش نظر

ان کے لئے صدارت یا دوسرا اہم مرکزی عہدہ ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح مولانا محمد نبی محمدی اور مولانا یونس خالص اور دیگر جید علمائے کرام' اور سابقہ بے داغ کردار کے حامل افغان کمانڈروں کی خدمات سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔ ہم انکی حمایت محض اس بنیاد پر کررہے ہیں کہ ایک تو انکے تجربے سے طالبان ہی کو فائدہ ہوگا اور دوسرا وسیع البنیادی کا نقشہ بھی دنیا کے سامنے واضح ہوسکے گا ۔ پھر ایک بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ افغانستان کا پڑھا لکھا طبقہ جس میں ڈاکٹرز' انجینئرز' وکلاء اور دیگر شعبوں سے وابستہ تجربہ کار افراد دھڑا دھڑ افغانستان سے مغربی دنیا میں ایک سازش کے تحت بھیجے جارہے ہیں۔ افغانستان کی مملکت حکومت' معاشرے اور قوم کے لئے یہ عناصر بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ دینی علوم کے ساتھ عصری علوم و فنون پر بھی بھرپور توجہ دینی چاہیے کیونکہ پورا افغانستان مٹی کا ڈھیر بن چکا ہے۔ اسکی تعمیر نو اور دیکھ بھال کے لئے یہ طبقات فرض عین کا درجہ رکھتے ہیں۔

(۶) مخالفین اور شمالی اتحاد کے ساتھ بامقصد اور بامعنی مذاکرات ہر صورت میں حسب سابق جاری رہنے چاہئیں۔ ہماری نظر میں احمد شاہ مسعود تو راہ راست پر آنے والے نہیں اگر اس کے بجائے ربانی' حکمت یار' سیاف اور پیر گیلانی وغیرہ کو بھی باہمی گفت وشنید کی دعوت دی جائے' تو یہ اتمام حجت ثابت ہوگا۔ اس سے احمد شاہ مسعود کی سیاسی اور عسکری قوت کمزور کی جاسکتی ہے۔ یا اگر ان لیڈروں سے گفت وشنید کرنا ناممکن ہو تو پھر ان کے نائبین سے مذاکرات کئے جائیں تاکہ ایک مستقل پائیدار حل کے لئے راہ ہموار ہوسکے۔ دوسرے راستے افغانستان کا حل نہیں ہیں۔ اور نہ ہی یہ افغانستان کے پائیدار امن اور سلامتی کا ضامن ہوسکتے ہیں۔ امریکہ اور عالم کفر کا تو مفاد اس بات سے وابستہ ہے کہ جنگ اور قتال ہر صورت میں طالبان اور شمالی اتحاد کے مابین جاری رہے۔ تاکہ افغانستان نہ کبھی متحد ہو اور نہ ہی وسط ایشیا کے ممالک کے ساتھ طالبان کی سیاسی' سفارتی اور تجارتی روابط فروغ پاسکیں اور ایک وسیع تر اسلامی بلاک بھی تشکیل پا نہ سکے۔ یہ چند اصلاحی اور نصیحت آموز درددل کی گزارشات ہیں جو ہم نے ایک طویل تجزیئے غور وخوض اور عوامی احساسات اور مسلم امہ کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے آپکے سامنے پیش کیں۔ بجائے کبیدہ خاطر ہونے کے یہ آپ کیلئے ایک دعوتِ فکر ہے۔ ربنا لا تذغ قلوبنا بعد اذهديتنا و هب لنا من لدنك رحمة.

ڈاکٹر محمد امین
سینئر ایڈیٹر اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام
پنجاب یونیورسٹی' لاہور

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور تزکیہ نفس

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مظفر نگر (بھارت) میں ۴ شوال ۱۱۱۴ھ ۱۰ فروری ۱۷۰۳ء کو مولانا عبدالرحیم صاحب کے ہاں پیدا ہوئے جو مشہور عالم دین اور صوفی تھے انہوں نے آپکا نام قطب الدین احمد بربنائے بشارت رکھا لیکن ولی اللہ کا لاحقہ تو مشہور ہو گیا اور اصل نام غیر معروف رہا۔ وہ فاروقی النسل تھے (۱) پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بٹھا دیئے گئے اور قرآن کی تعلیم سے آغاز ہوا۔ ساتویں سال آپ نے قرآن حفظ کر لیا اور عربی فارسی کی تعلیم شروع کی۔ اسی سال والد ماجد نے آپ کو نماز' روزہ شروع کرادیا اور ان کی پابندی کی تلقین کی۔ دس سال کی عمر کو پہنچنے تک عربی' فارسی میں مہارت پیدا کرلی اور چودہ سال کی عمر تک اس زمانے کے مروج علوم تفسیر' حدیث' فقہ و اصول فقہ' لغت' ادب' کلام' معانی' منطق' فلسفہ' تصوف اور طب وغیرہ سے سند فراغت بلکہ اجازت تدریس حاصل کرلی (۲)۔ قرآن مجید کا سادہ ترجمہ بھی والد محترم سے پڑھا اور اس پر غور و فکر کا طریقہ بھی سیکھا۔ چودہ برس کی عمر ہی میں والد ماجد نے آپ کی شادی کردی (اس عجلت کی وجہ یا حکمت' شاہ صاحب نے بعد میں اپنی خود نوشت میں بتائی کہ اس کے فوراً بعد ان کے بہت سے ددھیالی اور سسرالی اعزہ یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے۔ بلکہ خود آپکے والد ماجد بھی جلد ہی (تین سال بعد ۱۱۳۱ھ میں) عالم آخرت کو سدھارے لہذا والد کا شادی میں عجلت کرنا شائد اشارہ غیبی کی بناء پر تھا کہ اپنی حیات میں اس فریضے سے عہدہ بر آ ہو جائیں اور یہ خوشی دیکھ لیں۔ (۳) شادی کے بعد شیخ عبدالرحیم آپ کی روحانی تربیت کی طرف متوجہ ہوئے اور نقشبندی طریقے کے مطابق آپ کو سلوک کی منازل طے کروائیں۔

والد کی وفات کے بعد آپ بارہ برس تک دہلی میں درس دیتے رہے۔ ۱۱۴۳ھ 1730

میں حج کیلئے تشریف لے گئے اور وہاں کے شیوخ سے کتب حدیث پڑھیں۔ جب طلبہ کی تعداد بڑھ گئی تو فرمانروائے ہند محمد شاہ نے ایک وسیع حویلی دہلی کے کوچہ جیلان میں آپ کے حوالے کر دی۔
(۴) حرمین سے واپسی پر آپ نے تدریس دیگر اساتذہ کے سپرد کی' خاندانی ذریعہ معاش طبابت بھی ترک کر دیا اور اپنا سارا وقت تصنیف و تالیف میں صرف کرنے لگے۔ اگرچہ آپ کا زمانہ سیاسی' سماجی' اور اخلاقی ہر لحاظ سے نہایت ابتری' پستی اور خلفشار کا زمانہ تھا لیکن اس کے باوجود اس عہد زوال میں آپ جیسی بلند و بالا شخصیت کا ظہور ایک کرشمہ الٰہی ہی کہا جاسکتا ہے۔ آپکی علمی فتوحات اور کارناموں کا اجمالی ذکر بھی ایک دفتر کا متقاضی ہے لیکن تفصیل میں جانا چونکہ ہمارے پیش نظر نہیں لہٰذا ہم ان کے کارناموں کی طرف محض اشارہ کر کے آگے بڑھ جائیں گے۔

اولاً: احکام کے مصالح اور شریعت کے اسرار کی توضیح میں انکا کوئی ثانی نہیں۔ انہیں کا جاری کردہ سلسلہ تدریس و دعوت تھا جس نے مسلمانوں میں نئے سرے سے دینی فہم کا صحیح ذوق پیدا کیا اور انکے بعد برصغیر میں اشاعت دین کے جتنے بھی سلسلے جاری ہوئے ان میں سے اکثر شاہ صاحب ہی کی فیضان سے بہرہ یاب ہوئے۔ قرآن حکیم کے ترجمے اور حدیث رسول کی تعلیم انہیں کی وجہ سے عام ہوئی۔ ثانیاً: انہوں نے مسلمانوں کے مختلف علمی اور فقہی طبقوں کے افکار میں مطابقت کے پہلو نمایاں کر کے انکے درمیان صلح و آشتی پیدا کرنے کی کوشش کی اور اخلاقی مسائل میں الجھے رہنے کی بجائے انہیں متفق علیہ مسائل کی طرف مائل کیا۔ تطبیق ان کا خاص فن ہے۔ انہوں نے فرقہ وارانہ نزاعات میں غلو و تعصب کو مٹانے کی کوشش کی اور یونانی فلسفے کی بجائے دانش ایمانی کو رواج دیا (۵) ثالثاً: انہوں نے تعلیمی نصاب کے پرانے ڈھانچے میں اصلاح و ترمیم کی اور اسے غیر ضروری معقولات اور نظری بحثوں سے بڑی حد تک پاک کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے تجویز کیا کہ ابتداء میں قرآن حکیم کا ترجمہ (بغیر تفسیر کے) ضرور پڑھانا چاہیے اور حدیث کی تعلیم بھی سادہ طریقے سے بحث و تدقیق میں پڑے بغیر دینی چاہیے۔ (۶) رابعاً: انہوں نے صحیح حکمرانی کے اصول بیان کئے اور اسلامی نظام حکومت کی توضیح ایسے انداز میں کی جس سے حاکم و محکوم کے درمیان خوشگوار تعلقات استوار ہوں (۷) خامساً: انہوں نے وقت کے حکمرانوں' امیروں' پیشہ

دروں، لشکریوں، حکومتی عہدیداروں، علماء و صوفیا اور عوام کے حالات کا پورا جائزہ لیا اور انہیں ان کی غلط روش کے خطرناک نتائج سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ امیر و غریب کے درمیان جس طبقاتی کشمکش کا آغاز ہو چکا تھا اسے رفع کرنے کیلئے کتاب و سنت سے اقتصادی اور معاشی نظریے پیش کیے (۸) سادساً: تصنیفی، علمی اور تدریسی کاموں کیساتھ ساتھ انہوں نے اس طوائف الملوکی کے دور میں احیائے غلبہ اسلام کیلئے ممکن حد تک سیاسی خدمات سرانجام دیں چنانچہ مرہٹوں کی سرکوبی کیلئے احمد شاہ کو بلانا اس سلسلے کا سب سے اہم واقعہ ہے (۹) سابعاً: وہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے ان کی عظیم القدر تصانیف آنے والی نسلوں کے لئے روشنی کا مینار ہیں جن کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے: (۱۰)

علوم القرآن: فتح الرحمان (فارسی ترجمہ قرآن) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (فارسی) فتح الخبیر بما لا بدمن حفظه فی علم التفسیر (عربی) تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء والمرسلین۔

علوم الحدیث: المصنفی و المسوی (عربی و فارسی) موطا امام مالک کا ترجمہ و تحشی۔ شرح تراجم ابواب بخاری (عربی) تراجم بخاری (عربی) الارشاد الی مهمات علم الاسناد (عربی) الاربعین (عربی) الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین (عربی) النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر (عربی) الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین۔

حجة الله البالغه (عربی): اپنی نوعیت کی ایک منفرد اور عظیم کتاب جو بیک وقت اسرار شریعت، فقہ، حدیث، تصوف، عقائد و عبادات، معاملات و مناکحات، تدبیر منزل و مملکت، اخلاق و معاشرت اور تمدن و معیشت کے مباحث کا احاطہ کرتی ہے۔

اصول فقہ: الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (عربی) عقد الجید فی احکام الاجتهاد والتقلید (عربی)

عقائد و کلام: ازالة الخفا عن خلافة الخلفاء (فارسی) اسلام کے اصول عمرانی اور نظریہ

سیاست پر ایک مبسوط کتاب)۔قرۃ العین فی تفضیل الشیخین۔ حسن العقیدہ (عربی) تحفت الموحدین (فارسی)

تصوف : الطاف القدس (فارسی)ہمعات (فارسی)سطعات(فارسی)القول الجمیل فی سواء السبیل (عربی)فیوض الحرمین(عربی)لمعات(فارسی)

کلام و تصوف : الخیرا لکبیر (عربی)البدور البازغہ (عربی)

سیرت و تاریخ : الاطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم(عربی) نعتیہ قصائد سرور المحزون فی سیرۃ النبی المامون (فارسی) انفاس العارفین ۔ التفہیمات الالہیہ (عربی و فارسی) مقالہ الوضیہ فی الفصیحہ والوصیہ رسالہ دانشمندی (طرق تدریس و مطالعہ پر)۔

شاہ صاحب کی اکثر کتابوں کے اردو اور بعض کے انگریزی تراجم ہو چکے ہیں بعض کی شروح بھی منظر عام پر آچکی ہیں۔ بر صغیر پاک و ہند میں کئی ادارے شاہ صاحب کے افکار کو عام کرنے میں مصروف ہیں۔ اسی طرح فکر ولی اللہ علم و فکر کی دنیا میں اپنا مقام بنا چکی ہے (۱۱) شاہ صاحب کی سوانح کے اس سر سری مطالعے کے بعد اب ہم شاہ صاحب کے نفسیاتی افکار کی طرف آتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ اور علم النفس

شاہ صاحب نے براہ راست تو علم النفس پر کچھ نہیں لکھا لیکن تصوف و احسان اور اخلاقی و کلامی مباحث میں ان کے ہاں ایسے افکار موجود ہیں جنہیں آج کی زبان میں نفسیات سے متعلق کہا جاسکتا ہے اور جو خصوصاً ہمارے زیر بحث موضوع یعنی تعمیر سیرت اور تزکیہ نفس سے متعلق ہیں۔

حقیقت نفس اور اصطلاحات اربعہ

شاہ صاحب عقل، قلب اور نفس کو لطائف ثلاثہ سے تعبیر کرتے ہیں۔(۱۲) لطائف جمع ہے لطیفہ کی جس کا مادہ لطف ہے (ان معنوں میں اردو میں لطیف کا لفظ مستعمل ہے) اور اہل تصوف لطیفہ غیر مادی اور لطیف شئے کو کہتے ہیں جیسے روح) یہ لطائف انکے نزدیک عناصر شخصیت ہیں اور انہی کی تہذیب و عدم تہذیب پر شخصیت کے سنورنے یا بگڑنے کا انحصار ہوتا ہے۔ روح کو

اگرچہ وہ ان سے الگ رکھتے ہیں اسے مبداء حیات سمجھتے ہیں اور اسے نسمہ اور روح انسانی دو قسموں میں شمار کرتے ہیں اور اس کا تعلق بھی تکوین و تعمیر شخصیت سے جوڑتے ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ فکر ولی اللہ میں ان کی تفسیر کیا ہے۔

عقل : یہ شاہ صاحب کے نزدیک سب سے اہم اور افضل لطیفہ ہے جس کا کام تفکر و تدبر ہے۔ اور اسی لئے یہ حق و باطل کی میزان ہے۔ ان کی رائے میں "عقل اس چیز کا نام ہے جس سے ان حقائق و معارف کا ادراک ہوتا ہے جن کے ادراک سے حواس خمسہ قاصر رہتے ہیں۔" (۱۳) ان کے نزدیک جذبات و انفعالات کا مصدر ہے انکے الفاظ میں "قلب اس چیز کا نام ہے جو حب و بغض کا منبع ہے اور عزیمت و ارادہ اور اختیار اسی سے صادر ہوتے ہیں" (۱۴)

نفس دیگر صوفیاء کی طرح شاہ صاحب بھی نفس کو منبع شر سمجھتے ہیں۔ ان کے الفاظ میں "نفس اس چیز کا نام ہے جس میں مستلذات (لذت سے ہے یعنی وہ چیزیں جنہیں لذیذ اور خوشگوار سمجھا جاتا ہے) از قسم مطاعم و مشارب و مناکح کی خواہش پیدا ہوتی ہے" یہ اشارہ ہے بھوک اور جنس کی جبلتوں کی طرف۔ (۱۵)

لطائف ثلاثہ کا ثبوت

جیسا کہ ہر معاملے میں شاہ صاحب کا اسلوب ہے کہ وہ محض دعویٰ نہیں کرتے بلکہ اسے دلائل سے ثابت بھی کرتے ہیں اور اس کی حکمتوں اور مصالح کو بھی نمایاں کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ ثابت کرنے کیلئے کہ عقل قلب اور نفس محض وہمی تصورات نہیں بلکہ حقائق ہیں' انہوں نے چار طرح کے دلائل دیے ہیں۔

نقلی دلائل (۱۶)

عقل کے بارے میں قرآن حکیم میں ہے :

ان فی ذالك لایات لقوم یعقلون (۱۷) ترجمہ : بیشک ان چیزوں میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو غور کرتے ہیں۔

وقالوا لو کنا تسمع او نعقل ما کنا فی اصحب المسعیر (۱۸) ترجمہ : اور وہ کہیں گے

کہ اگر ہم کچھ سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے۔

اور حدیث میں ہے کہ اول ما خلق الله تعالی العقل فقال له اقبل فاقبل وقال له ادبر فادبر فقال بك اواخذ (۱۹) سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا کیا اور اس کو حکم دیا کہ سامنے ہو جا تو وہ سامنے ہوئی اور جب اس سے کہا پیٹھ پھیر کر لوٹ جاؤ تو اس نے اس کی بھی تعمیل کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھ پر ہی مواخذہ کروں گا (یعنی تم ہی کو نیک وبد کا ذمہ دار قرار دوں گا)۔

دین المرء عقله ومن لا عقل له لا دین له (۲۰) آدمی کا دین اس کی عقل ہے جو عقل نہیں رکھتا وہ دین سے بے بہرہ ہے۔

احادیث کے ذکر کے بعد وہ کہتے ہیں کہ ان احادیث کو اگرچہ محدثین قابل اعتماد نہیں سمجھتے لیکن یہ احادیث مختلف اسناد سے مروی ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں

قلب اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہیں: واعلموا ان الله یحول بین المرء و قلبه (۲۲) اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

ان فی ذالك لذكری لمن كان له قلب (۲۳) بے شک اس میں بڑی عبرت ہے اس شخص کیلئے جو دل رکھتا ہو......" اور حدیث میں آتا ہے کہ مثل القلب کرثمة فلاة تقلبها الریاح ظهراً البطن (۲۴) قلب کی مثال اس پر کی مانند ہے جو بیابان میں پڑا ہو جس کو ہوائیں ایک رخ سے دوسرے رخ بدلتی رہتی ہیں۔

نفس نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: النفس تتمن وتشتهی والغرج یصدق ذلك او یكذبه (۲۵) "بیشک انسان کا نفس آرزو اور خواہش کرتا ہے اور پھر اس کے اعضائے شہوانی (عملاً اس کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہیں"۔

عقلی دلائل شاہ صاحب کہتے ہیں کہ انسان کے جسم میں تین اعضائے رئیسہ ہیں اور ان تمام قویٰ اور افعال کا منبع جن کو انسان کی صورت نوعیہ کا اقتضاء کہا جاتا ہے یہی اعضائے ثلاثہ ہیں (یعنی دماغ، قلب اور جگر) چنانچہ جملہ قوائے ادراکیہ مثلاً متخیلہ اور وہم اور قوت مدرکہ جو کسی نہ کسی طرح مجردات (یا محسوسات یعنی وہ چیزیں جن کو حواس خمسہ ظاہری کے ذریعے ادراک نہیں کیا

جاسکتا) ان سب کا محل دماغ ہے۔ غضب ، جرات اور بزدلی سخاوت اور کنجوسی ۔ خوشنودی اور ناراضگی وغیرہ ایسی صفات ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے اور ایسی چیزوں کی طلب جن پر انسان کے اپنے جسم کی بقاء یا اس کی نوع بقاء کا دارومدار ہے اس کا محل جگر ہے۔ اس اختصاص کی دلیل یہ ہے کہ اگر ان اعضائے رئیسہ میں سے کسی میں مرض یا حادثہ کے بعد اختلال آجائے تو جن قویٰ اور صفات کا ان کو منبع قرار دیا گیا ہے ان میں اختلال آجاتا ہے۔ تاہم یہ ذہن میں رہے کہ ان میں سے ہر ایک قوت دوسرے کی اعانت کی محتاج ہے اور یہ باہم مل کر کام کرتی ہیں ،نہ کہ قوت مستقل بالذات اپنا اپنا کام کرتی ہے(۲۶)

تجربی ثبوت : شاہ صاحب کے نزدیک ان لطائفِ ثلاثہ کا تجربی ثبوت (جس کا ہم مشاہدہ اور تجربہ کرسکتے ہیں) یہ ہے کہ ان قوتوں اور جبلتوں کی کمی بیشی (افراط و تفریط) کی وجہ سے انسانوں کے رویے اور افعال ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں بلکہ ان قوتوں کی کمی بیشی کی بناء پر ہم حتمی اندازہ کرسکتے ہیں کہ ان کا سلوک کیا ہوگا۔ شاہ صاحب نے اس حوالے سے انسان کی شخصیت کو چار انواع میں تقسیم کیا ہے۔ ایک : وہ جن کے قلب کو ان کے نفس پر پورا تسلط حاصل ہوتا ہے ایسا شخص آسانی سے قلبی خواہشات کیلئے نفسی لذائز کی قربانی دے سکتا ہے۔ دوم : جسکے نفس کو اسکے قلب پر کامل اقتدار حاصل ہوتا ہے۔ ایسا شخص ہر قیمت پر نفسانی خواہشات کو پورا کرتا ہے۔ سوم : وہ شخص جس کی عقل اس کے قلب اور نفس پر غالب رہتی ہے اس کی مثال وہ کامل الایمان مرد کامل ہے جس کے جذبات اور خواہشات حکم شرع کے تابع ہوتے ہیں۔ چہارم : وہ شخص جس پر رسم ورواج کی پابندی غالب ہوتی ہو(۲۷)

اجماعِ حکماء شاہ صاحب کہتے ہیں کہ تمام اصحاب عقول جنہوں نے اپنی توجہ تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفس پر مبذول کی ہے خواہ ان کا تعلق کسی مذہب اور ملت سے ہو ، سب نے ان لطائف ثلاثہ کا اثبات کیا ہے یا کم از کم انہوں نے جن مقامات اور احوال کی تشریح کی ہے وہ انہی لطائف مذکورہ کے نتائج و ثمرات ہیں گو ان کے درمیان تسمیات میں اختلاف ہو جو قابل صرف نظر ہے(۲۸)

متوازن تعمیر شخصیت کا انحصار لطائفِ ثلاثہ کی تہذیب پر ہے (۲۹)

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ ان لطائفِ ثلاثہ کا ایک تو طبعی اقتضاء ہے لیکن جب ان کی تہذیب کرلیجائے تو انسان شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے انسان کامل کی صورت اختیار کرسکتا ہے (یہ وہ چیز ہے جسے ہم آج کی اصطلاح میں متوازن تعمیر شخصیت کہ سکتے ہیں) اس کی مثال دیتے ہوئے وہ عقل کے بارے میں کہتے ہیں کہ انسان کی عقل مقتضیات بشریہ سے گھری رہتی ہے تو وہ انہی امور کی تصدیق پر مائل ہوتی ہے جو احوال طبیعہ سے مناسبت رکھتے ہوں لیکن جب اسکی تہذیب کرلی جاتی ہے تو پھر ان امور پر جن کے بارے میں شرع نے خبر دی ہے کہ اس طرح یقین کرتے ہے گویا آدمی ان کو کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہو۔ اس طرح عقل کا اقتضاء یہ ہے کہ جو واقعات بھی از قسم فضل و انعام یا تہذیب و انتقام ظہور میں آئیں وہ غور کرکے ہر ایک واقعہ کا سبب تلاش کرے اسلئے جب اسکی تہذیب کرلی جاتی ہے تو توحید اور توکل اور شکر اور رضا کے مقامات ظہور میں آتے ہیں۔

اسی طرح فطری طور پر قلب کا اقتضاء یہ ہے کہ آدمی کو اپنے مربی اور منعم و محسن کے ساتھ محبت ہو اور جو کوئی اس سے روگردانی کرے اور اس سے دشمنی کرے اسے وہ مبغوض سمجھے اور اس سے نفرت کرے اور جو چیز اسکو اذیت پہنچاتی ہو اس سے خائف و ہراساں رہے اور جو چیز اس کے لئے نافع اور مفید ہے اس کا خواہاں اور جویاں رہے چنانچہ قلب کی اگر تہذیب کرلیجائے تو اللہ تعالی کی محبت اور اس کے عذاب سے خائف ہونا اور ثواب کے بارے میں پر امید رہنا ان صفات مذکورہ کی جگہ لے لیتے ہیں۔ یہی حال نفس کا ہے کہ اصل طبیعت کے لحاظ سے نفس امارہ کا غلو اس بات کا متقضی ہوتا ہے کہ انسان شہوات نفسانی کے پورا کرنے میں پورے طور پر منہمک ہو نیز آرام طلبی کا بھی وہ خواہاں ہوتا ہے لیکن جب اس کی تہذیب کرلیجائے تو وہ تائب ہوکر زہد اختیار کرتا ہے اور آرام طلبی کی بجائے کوشش و جد و جہد اس کی صفت لازمہ بن جاتی ہے۔ (جاری ہے)

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

صرف اسلام ہی جاپانی قوم کے مسائل کا حل

مذکورہ مقالہ ۲۹۔۳۰۔۳۱ مئی ۲۰۰۰ء میں اقوام متحدہ یونیورسٹی (ٹوکیو) کے زیر اہتمام کانفرنس میں سنایا گیا۔ کانفرنس کا موضوع ''مشرقی ایشائی ممالک میں اسلام کا کردار'' تھا۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے شعبہ صحافت و نشریات نے اسے قارئین الحق کے لئے ارسال کیا ہے۔ .... (ادارہ)

سائنس اور ٹیکنالوجی اور مادی وسائل کی دنیا میں مغربی قوموں نے ایسے کارنامے انجام دئے ہیں جن پر آج عقل حیران ہے زندگی کو ترقی یافتہ اور خوشگوار بنانے کیلئے ایسے وسائل دریافت کرلئے ہیں جنکا تصور بھی آج سے قبل کی نسلوں کیلئے محال تھا' اپنی انہی سائنسی ترقیوں اور مادی کامیابیوں کی بدولت انہوں نے نہ صرف یہ کہ مشرقی قوموں پر اپنی برتری قائم کی ہے بلکہ ان پر اپنا گہرا اثر بھی ڈالا ہے۔ ان مشرقی قوموں میں جنھوں نے مغرب کی مادی ترقیات کا سب سے زیادہ اثر قبول کیا اور مغرب کے دریافت کردہ وسائل زندگی سے بھرپور فائدہ اٹھایا جاپانی قوم سر فہرست ہے' بلکہ اب تو یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ مادی ترقیات' محیر العقول مصنوعات اور بہتر سے بہتر وسائل زندگی میں جاپان مغرب سے آنکھیں ملاتا نظر آتا ہے اور اگر زبان کا اختلاف نہ ہوتا اور شکل و صورت میں اتنا کھلا فرق محسوس نہ ہوتا تو ٹوکیو جانے والے کیلئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا کہ وہ ایک مشرقی ملک کے شہر ''ٹوکیو'' میں ہے یا امریکہ کے ایک ترقی یافتہ شہر ''نیویارک'' میں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ٹوکیو جانے والے کو مادی ترقی کے بعض ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں جو لندن اور نیویارک جانے پر بھی اس کو نظر نہیں آتے تو غلط نہ ہوگا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ یورپ نے جو مادی ترقی حاصل کی ہے اس ترقی نے انسانی زندگی کی ظاہری شکل بالکل بدل کر رکھ دی ہے اور انسانی زندگی کو اس مقام تک پہنچے دیا ہے جو عام انسانی خیال

سے بالاتر ہے، لیکن افسوس کہ اس تہذیب نے زندگی کے انسانی، اخلاقی، روحانی اور بہتر خاندانی اور معاشرتی پہلوؤں کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔

آج کی دنیا کا مہذب انسان اگرچہ پر تعیش زندگی گذارنے، مادی وسائل کو اپنے تابع بنا لینے اور مادی طاقتوں پر اپنی گرفت مضبوط کر لینے میں کامیاب ہو گیا ہے لیکن یہی انسان سائنسی و صنعتی میدان میں اتنی ترقی کر لینے کے باوجود اس خلا کو پر کرنے میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ جو خلا خود انسان اپنی ذات میں اور اپنی خاندانی و اجتماعی زندگی میں محسوس کر رہا ہے اور یہ ایسا اہم مسئلہ ہے جو انسان اور انسانیت سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے غور طلب ہے اور اس بات کا متقاضی ہے کہ انسانی زندگی کے ان پہلوؤں کی بھی فکر کی جائے جنہیں آج کی مشینی دنیا نے فراموش کر دیا ہے اور جن کے بغیر انسانی زندگی کی تکمیل ممکن نہیں ہے، لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب دنیا میں کام کر رہے دینی، دعوتی، اصلاحی نظاموں کے پیغام اور انکے طریقہ کار کا غیر جانبدار ہو کر مطالعہ کیا جائے اور اس میں یہ دیکھنے کی کوشش کی جائے کہ وہ کون سے اجزاء ہیں جو انسانی ضروریات پوری کرتے ہیں اور کس حد تک کرتے ہیں۔

اس مقصد کے پیش نظر ''ٹوکیو'' جیسے ترقی یافتہ شہر میں ایک ایسے اسلامک سینٹر کی ضرورت واہمیت بڑھ جاتی ہے جو اس ملک کے باشندوں کو اسلام کی لائی ہوئی اخلاقی روحانی اور انسانی قدروں سے واقف کرائے اور دوسری طرف دیگر مشرقی قوموں کو ان کوششوں سے آشنا کرے جو جاپانی قوم نے سائنس اور ٹیکنالوجی سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے سلسلے میں کی ہیں اور مادی دنیا میں ایک بلند مقام حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی تاکہ ایک دوسرے کی بہتر دریافتوں سے فائدہ اٹھا سکے اور ایک دوسرے کی اچھائیوں اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل سکے۔

جاپانی قوم اپنی پرسکون طبیعت، ٹھنڈے مزاج، علم میں یکسوئی اور عمل میں انہماک کی بدولت دوسری تمام قوموں سے ممتاز ہے، مقصد کی خاطر آرام وراحت کی قربانی دینے کیلئے وہ ہر وقت تیار رہتی ہے اور یہ وجہ ہے کہ اس نے صنعت کے مختلف میدانوں میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ مشرقی ممالک تو کجا بعض مغربی ممالک بھی جاپانی مصنوعات درآمد کرنے اور انکا استعمال کرنے پر مجبور ہو گئے۔

جاپان مشرق و مغرب کے بالکل درمیان میں واقع ہے تو اگر اس نے اپنے دائیں طرف

واقع مغرب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مغربی تہذیب کو اختیار کرلیا ہے تو اپنے بائیں طرف واقع مشرق سے اتصال رکھنے کی وجہ سے اس کو وہ خصوصیات بھی اپنانی چاہئیں جو مشرقی قوموں کا امتیاز سمجھی جاتی ہیں اور ان مشرقی قوموں میں سب سے نمایاں قوم مسلم قوم ہے جو بڑی حد تک تسلسل کے ساتھ ان چیزوں کی حفاظت کرتی چلی آرہی ہے جو انسانی زندگی کی ایسی تشکیل کرتی ہے کہ اس میں اخلاقی، روحانی، اجتماعی اور زندگی کے دوسرے تمام پہلوؤں کی پوری نمائندگی ہے اور انسانی زندگی میں اخلاقی وروحانی کمی نہیں پائی جاتی جو مغرب کی تمدنی زندگی میں پائی جاتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مغربی تہذیب اپنی سائنسی و صنعتی ترقی کے باوجود انسانی زندگی کے ان بنیادی مسائل کا کوئی حل پیش نہیں کرسکی، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک میں اخلاقی قدریں نظر انداز ہورہی ہیں، خاندانی بندھن نہایت کمزور ہوتے ہیں۔ اور معاشرتی نظام غیر مربوط ہوگیا ہے، ایسی صورت حال میں جاپانی باشندوں اور اسلام کی نمائندگی کرنے والوں کے درمیان ربط پیدا کرنے اور ایک دوسرے سے متعارف کرانے کیلئے اسلامی مرکز کا قیام ایک قابل تعریف اور لائق ستائش اقدام ہے اور یہ کانفرنس جو عالمی اسلامی کانفرنس اور جاپان کے اسلامک سنٹر کے باہمی کوششوں کا نتیجہ ہے اس سلسلہ کی بہت اہم کڑی ہے۔

میں اس مرکز کے ذمہ داروں کو مبارکباد دیتا ہوں اور ان سے امید رکھتا ہوں کہ وہ جاپانی قوم کو ان تعلیمات سے واقف کرائیں گے جو انکی اخلاقی معاشرتی اور انسانی خصوصیات کی زندگی کو بہتر اور قلبی راحت کی زندگی میں تبدیل کرسکے گی۔

مشرقی ممالک کے اسلامی قدروں کے حامل اشخاص اور جاپانی قوم کے فکر مند حضرات کے درمیان گذشتہ صدی تک زیادہ وسیع تعلقات قائم نہیں ہوسکے تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس موجودہ صدی میں یہ تعلقات نیک جذبات کے ساتھ قائم ہونے لگے ہیں۔ اور انکا دائرہ برابر بڑھتا جارہا ہے اور جاپانی قوم کی جانب سے ان تعلقات کو ناپسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جارہا ہے۔

اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا اور دونوں کے آداب اور اصول بتائے ہیں اور اجتماعی مسائل اور معاشرتی مشکلات کا حل بھی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، حضور پاک ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے، صحابہ کرام کی زندگیوں پر نظر ڈالنے اور تابعین عظام کے حالات کا جائزہ لینے سے معاشرتی مسائل کا اطمینان بخش اور

راحت رساں حل سامنے آجاتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے انفرادی واجتماعی زندگی کے جو اصول متعین کئے ہیں ان اصول کو اپنا کر آپؐ کے پیروکاروں نے زندگی کے ایسے اعلیٰ نمونے پیش کئے ہیں جن کی روشنی میں انفرادی واجتماعی زندگی کو آسودہ اور خوشگوار بنایا جاسکتا ہے۔

مغربی قوموں میں بڑھتی ہوئی مشکلات اور نت نئے ابھرتے مسائل کا اسلام نے جو حل پیش کیا ہے ضرورت اس بات کی ہے اس حل کو مشکلات سے دوچار مغربی تہذیب کے حاملین کے سامنے رکھا جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب مغربی تہذیب کے نمائندوں اور اسلامی فکر کے علمبرداروں کے درمیان روابط پیدا کئے جائیں' ملاقاتوں کا انتظام کیا جائے۔ موجودہ مسائل پر تبادلہ خیال کا اہتمام ہو اور مخلوط علمی وفکری سیمناروں کا انعقاد ہو تاکہ ایک دوسرے کے خیالات سننے اور مسائل سے واقف ہونے کا موقع مل سکے۔

قلبی سکون اور روحانی سعادت کے حصول کیلئے حضور پاک ﷺ سے جو رہنمائی ملتی ہے اس رہنمائی کے مطابق اگر زندگی گذاری جائے تو زندگی میں ایک بہار آسکتی ہے۔ اور یہ دنیا جو باوجود راحت وترقی کے اعلیٰ وسائل مہیا کر لینے کے قلبی راحت اور ذہنی سکون اور معاشرتی ہمدردی کے لحاظ سے جہنم بنتی جارہی ہے جنت کا ایک ٹکڑا بن سکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے انفرادی واجتماعی زندگی کے یہ اصول صرف بتا کر نہیں بلکہ عمل کر کے دکھائے ہیں' آپؐ نے اپنے ہم وطنوں اور ساتھیوں کے ساتھ ایک مثالی زندگی گذاری' آپؐ نے زندگی کے نشیب بھی دیکھے اور فراز بھی' تلخ گھونٹ کی پاکیزگی اور خوش اخلاقی سے ان مشکلات پر قابو بھی پایا اور دنیا کے سامنے انکا حل بھی پیش کیا۔

آپ نے شوہر کی حیثیت سے بھی زندگی گذاری اور باپ کی حیثیت سے بھی' دوستوں کی دوستی کا لطف بھی اٹھایا اور دشمنوں کی دشمنی کا سامنا بھی کیا' خاندان کا ذمہ داری بھی نبھائی اور جماعت کی امارت کا فریضہ بھی انجام دیا' اس طرح آپ نے زندگی کے ہر پہلو اور ہر گوشہ کیلئے ایک نمونہ چھوڑا اور یہی وہ نمونے ہیں جن کو اپنا کر موجودہ دور کے مسائل اور مشکلات پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

............()()()............

جناب اظہر جاوید، لیکچرر شعبہ قانون
اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

رجم کی سزا اور حدود آرڈیننس 1979

اگست 1998 کے شمارہ میں حدود آرڈیننس کی چند بڑی خامیوں کی نشاندہی کی جاچکی ہے آج کی اس بحث میں ہم رجم کی سزا کے بارے میں شرعی نقطہ نظر اور حدود آرڈیننس کا تقابلی جائزہ پیش کرینگے۔

شریعت اسلامی میں زنا کے جرم کیلئے حد کی دو سزائیں ہیں ایک سزا سو کوڑے ہے جو غیر محصن زانی کیلئے ہے جبکہ دوسری سزا رجم ہے جو کہ محصن زانی کیلئے ہے۔ جہاں تک پہلی سزا کا تعلق ہے سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔" الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة" 1 "بدکاری کرنے والی عورت اور مرد پس مارو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے۔" اور نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ البكر بالبكر جلد مائة و تغريب عام 2 "غیر شادی شدہ مرد غیر شادی شدہ عورت کیساتھ (زنا کرے تو انکی سزا) سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی ہے۔"

فقہاء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زنا کا جرم ثابت ہو جانے پر غیر محصن زانی اور زانیہ کی سزا سو کوڑے ہے لیکن اس بات پر اختلاف ہے کہ کیا تغریب کی سزا بھی حد میں شامل ہے کہ نہیں۔ فقہاء احناف کے نزدیک یہ سزا حد میں شامل نہیں ہے لیکن اگر حاکم مناسب سمجھے تو تعزیر کے طور پر یہ سزا دی جاسکتی ہے۔ 3 جبکہ شافعیہ اور حنابلۃ کے نزدیک یہ سزا بھی حد میں شامل ہے اور کہ غیر محصن زانی (غیر شادی شدہ) کو سو کوڑے مارنے کیساتھ ایک سال کیلئے جلاوطن بھی کیا جائے گا 4۔ (عصر حاضر میں ہم اسے قید کی سزا کے طور پر لے سکتے ہیں۔) فقہاء مالکیہ کے نزدیک تغریب کی سزا آزاد مرد کے لئے مخصوص ہے جبکہ غلام اور عورت اس سزا سے مستثنیٰ ہیں 5۔ چونکہ تغریب کی سزا یہاں پر زیر بحث نہیں ہے اس لئے ہم اس اختلاف کی تفصیل اور تغریب کی ماہیت کو

یہاں ذکر نہیں کرینگے۔

دوسری حد محصن زانی کے لئے ہے جو کہ نبی کریم ﷺ کی سنت قولیہ اور فعلیہ سے ثابت ہے لیکن اس سے پہلے کہ اسکے ثبوت میں دلائل پیش کیے جائیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یہ جان لیا جائے کہ محصن سے کیا مراد ہے۔

احصان کی تعریف احصان عربی زبان کا لفظ ہے جس کا اصل 'حصن' ہے۔ عربی زبان میں اسکے معنی 'منع کرنا' اور قلعہ کے بھی لیے جاتے ہیں 6۔ کسی شخص کیلئے محصن کا لفظ اس وقت استعمال کیا جائیگا جب اس میں زنا کے ارتکاب کے تمام موانع موجود ہوں یعنی ایک طرح سے وہ ایک ایسے قلعہ کے اندر ہے جہاں پر اسے زنا جیسی برائی سے محفوظ رہنا چاہیے۔

قرآن پاک میں یہ لفظ مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے مثلاً کہیں پر اس لفظ سے مراد اسلام اور آزادی لی گئی ہے جیسا کہ سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :- فاذا حسن فان اتین بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب 7 پس جب وہ (لونڈیاں) نکاح میں آجائیں (بشر طیکہ وہ مسلمان ہوں) اور کریں بے حیائی کا کام تو ان پر آدھی سزا ہے آزاد عورتوں کی۔ دوسری جگہ پر احصان سے مراد شادی شدہ لیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ والمحصنات من النساء 8 اور خاوند والی عورتیں۔ اسی طرح ایک اور مقام پر لفظ احصان کو عفیف اور پاکدامن کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ والذين يرمون المحصنات ثم لم يا تو اباريعة شهداء 9 جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لاسکیں'۔ فقہاء نزدیک احصان سے مراد وہ صفات ہیں جو کسی شخص میں پائی جائیں تو اسے محصن کیا جائیگا۔ احناف کے نزدیک سات صفات ایسی ہیں جو کسی انسان کو محصن بناتی ہیں ان میں عقل، بلوغت، آزادی، اسلام، نکاح صحیح، نکاح صحیح میں جماع اور اس جماع کے وقت زوجین میں ان تمام صفات کا موجود ہونا شامل ہیں 10۔ بدائع الصنائع کی عبارت اسطرح ہے

" احصان الرجيم عبارة عن اجتماع الصفات اعتبرها الشرع لو جوب الرجم وهى سبعة العقل و البلوغ والحرية والاسلا م و النكاح الصحيح و كون الزوجين

جميعاً على هذه الصفات و الدخول فى النكاح الصحيح" (ترجمہ) "احصان الرجیم ان صفات کے مجموعہ سے عبارت ہے جن کا اعتبار شریعت نے رجم کے واجب ہونے کیلئے کیا ہے اور یہ سات ہیں عقل، بلوغت، آزادی، اسلام، نکاح صحیح، زوجین میں ان صفات کا پایا جانا اور نکاح صحیح میں جماع" لیکن فقہاء احناف میں سے امام ابو یوسف اسلام کو احصان کیلئے شرط تسلیم نہیں کرتے یعنی زانی چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم اس میں اگر باقی شروط پائی جائیں تو اسے رجم کیا جائیگا۔

مالکیہ نے دس شروط کا ذکر کیا ہے کہتے ہیں شروط الاحصان عشرة اذا تخلف شرط منهالم يرجم 11 "احصان کے لئے دس شرطیں ہیں اگر ان میں سے ایک بھی نہ پائی جائے تو رجم نہیں ہوگا اور وہ دس شرطیں یہ ہیں :۔

المكلف، الحر، المسلم، اذا عقد ا صحيحاً لازماً، وطى وطاء مباحاً، بانتشار من غير مناكرة فيه بين الزوجين 12 (ترجمہ) عاقل، بالغ، مسلمان، آزاد جب اس نے نکاح کیا ہو اور یہ نکاح صحیح اور لازم ہو اس نے جماع کیا ہوا ہو یہ جماع شہوت سے ہو اور دونوں میں سے کوئی بھی جماع کی وقوع پزیر ہونے سے انکار نہ کرے۔

فقہاء شافعیہ، حنابلہ اور احناف میں سے امام ابو یوسف نے جن چھ شروط کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں۔ عقل، بلوغت، آزادی، نکاح صحیح، نکاح صحیح میں جماع اور زوجین میں ان تمام مشروط کا موجود ہونا۔ 13 ان شروط کے ساتھ ضمناً ایک اور شرط کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ زوجین کے مابین جماع مباح ہونا چاہیے یعنی ایسی حالت میں نہ ہو جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہو۔ چنانچہ فقہا لکھتے ہیں۔ لايحصل الاحصان بالوطئى فى الحيض، والصوم والاعتكاف والاحرام ونحوه 14 "ایسا جماع جو حیض، روزہ اعتکاف یا احرام وغیرہ کی حالت میں کیا گیا ہو اس سے احصان حاصل نہیں ہوتا"۔

اب ہم اگر فقہا کی بیان کردہ ان صفات کا جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ احناف سوائے امام ابو یوسف کے اور مالکیہ احصان کیلئے اسلام کو لازمی شرط قرار دیتے ہیں جبکہ شافعیہ حنابلہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک احصان کیلئے مسلمان ہونا لازم نہیں ہے۔

احناف اور مالکیہ اپنی رائے کے لئے استدلال جناب نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ سے کرتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا: من اشرك بالله فليس بمحصن 15 ''جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ محصن نہیں ہے''۔

شافعیہ اور حنابلہ اپنی رائے کیلئے دلیل نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک پیش کرتے ہیں جس کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ یہودی جناب نبی کریمؐ کے پاس آئے اور عرض کی ان میں سے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ہے۔ نبی کریمؐ نے ان سے پوچھا کہ تم تورات میں زانی کے بارے میں کیا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں رسوا کرتے ہیں اور کوڑے مارتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو۔ تورات میں رجم کا حکم ہے۔ چنانچہ وہ تورات لیکر آئے اور اسے کھولا۔ ان میں سے ایک شخص نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ دیا اور اس سے آگے پیچھے کی عبارت پڑھ دی۔ عبداللہ بن سلام نے اسے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ اس نے ہاتھ اٹھادیا تو وہاں رجم کی آیت موجود تھی۔ یہودیوں نے کہا اے محمد ﷺ آپ سچ فرماتے ہیں تورات میں رجم کی آیت موجود ہے۔ پھر آپؐ نے ان دونوں کو رجم کا حکم دیا اور انکو رجم کر دیا گیا۔ 16

ان فقہا کے نزدیک اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان ہونا احصان کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ کافر بھی اگر زنا کا مرتکب ہو اور اس میں دوسری شرائط موجود ہوں تو اسے رجم کیا جائے گا جس طرح قتل میں اس پر قصاص اور چوری میں حد السرقۃ لاگو ہوتی ہے۔

لیکن احناف اور مالکیہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کو تورات کے حکم کے مطابق رجم کیا تھا جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے اسلئے یہ حکم اب منسوخ ہے۔

احصان کے بارے میں فقہا کی آرا کا جائزہ لینے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی عاقل، بالغ مسلمان مرد کسی نابالغ، پاگل یا کافر سے شادی کرے گا تو مباشرت کے باوجود محصن نہیں ہوگا۔ اس ضمن میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک جو سنن البیہقی اور سنن الدارقطنی میں نقل کیا گیا ہے کہ جب حضرت کعب بن مالکؓ نے ایک یہودی عورت سے شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپؐ نے فرمایا دعها فانها لا تحصنك 17 ''اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ عورت تمہیں محصن نہیں

بنا سکتی"۔

حدود آرڈیننس میں احصان کی تعریف

حدود آرڈیننس حد الزنا کی دفعہ '2' ذیلی دفعہ 'د' میں محصن مرد اور عورت کی علیحدہ علیحدہ تعریف اس طرح کی گئی ہے :

MUHSAN MEANS

(i) A muslim adult man who is not Insane and has had sexual intercourse with a muslim adult woman who, at the time he had sexual intercourse with her, was married to him and was not insane.

(ii) A muslim adult woman who is not insane and has had sexual intercourse with a muslim adult man who, at the time she had sexual intercourse with him was married to her and was not insane.

(ترجمہ) (i) محصن سے مراد ایک ایسا مسلمان عاقل بالغ مرد ہے جس نے ایک مسلمان عاقل بالغ عورت سے جماع کیا ہو اور اس جماع کے وقت وہ عورت اس کے نکاح میں ہو۔

(ii) ایک ایسی مسلمان عاقل بالغ عورت ہے جس نے ایک مسلمان عاقل بالغ مرد سے جماع کیا ہو اور اس جماع کے وقت وہ مرد اس کے نکاح میں ہو۔

اسمیں گویا کہ محصن مرد اور عورت کی تعریف علیحدہ علیحدہ بیان کی گئی ہے۔ لیکن شرائط عموماً وہی ہیں جو کہ احناف اور مالکیہ نے بیان کی ہیں۔ یعنی اسلام، عقل، بلوغ، نکاح صحیح مباشرت اور زوجین میں ان صفات کا موجود ہونا جبکہ آزادی کو شرط کے طور پر ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ عصر حاضر میں غلام اور لونڈی کا تصور موجود نہیں ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ رجم کیا ہے۔

رجم کی تعریف عربی زبان میں رجم سے مراد پتھر مارنا ہے اور ایک دوسرا معنی لعنت بھی ہے یہی وجہ ہے کہ شیطان کو رجیم یعنی ملعون کہا گیا ہے 18 ۔ فقہاء کرام نے اس سے مراد پتھر مارنا ہی لیا ہے۔

18- لسان العرب ر فصل الراء ر حرف المیم ر ج ۱۲ ص ۲۲۶

لیکن اگر ہم حد الزنا کی بات کریں تو رجم سے مراد زانی کو اس وقت تک پتھر مارنا ہے جب تک اسکی موت واقع نہیں ہو جاتی چنانچہ احناف کے نزدیک یرجم محصن فی فضاء حتی یموت 19 "محصن زانی کو کھلی جگہ پر پتھر مارے جائیں یہاں تک کہ وہ مر جائے"۔ اسی طرح شرح فتح القدیر اور الھدایۃ میں لکھا ہے :-

اذا وجب الحد و کان الزانی محصناً رجمه بالحجارة حتی یموت 20 "جب حد واجب ہو جائے اور زانی محصن ہو تو اسے پتھر مارے جائیں یہاں تک کہ اسکی موت واقع ہو جائے۔"

مالکیہ کہتے ہیں کہ لا یقلع عنه حتی یموت 21 "اسے اسوقت تک نہ چھوڑا جائے جبتک اسکی موت واقع نہ ہو جائے۔" شافعیہ کے نزدیک حد المحصن رجلاً او امراة الرجم الی موته بالا جماع 22 "محصن زانی، چاہے مرد ہو یا عورت، کی حد بالاجماع پتھر مار مار کر مار دینا ہے۔

اسی طرح حنابلۃ کہتے ہیں اذا زنی الحر المحصن فحده الرجم حتی یموت 23 "جب آزاد اور محصن زنا کرلے تو اس کی حد رجم ہے یہاں تک کہ وہ مر جائے ان آراء سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقہاء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ محصن زانی کی سزا رجم ہے اور اسے اس وقت تک پتھر مارے جائیں گے جب تک اس کی موت واقع نہیں ہو جاتی۔

رجم کا ثبوت جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآن پاک میں رجم کا ذکر موجود نہیں ہے اور یہ حد نبی کریم ﷺ کی سنت قولیۃ اور فعلیۃ سے ثابت ہے۔ آپ کا ارشاد ہے : لا یحل دم امری مسلم الا باحدی ثالث الکفر بعد الایمان والزنا بعد الاحصان والنفس بالنفس 24

ترجمہ مسلمان کا خون کرنا سوائے تین صورتوں کے جائز نہیں ہے اول یہ کہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے دوسرا یہ کہ محصن ہونے کے باوجود زنا کرے اور تیسرا یہ کہ کسی کو قتل کردے۔

ایک دوسری حدیث مبارک میں ارشاد ہے :- خذواعنی خذواعنی قد جعل الله لهن سبیلا البکر بالبکر جلد مائة و تغریب عام و الشیب بالشیب جلد مائة ورجم بالحجارہ 25 (ترجمہ) مجھ سے سیکھ لو مجھ سے سیکھ لو اللہ تعالیٰ عورتوں کے لئے حکم فرماتا ہے

کہ اگر کنوارا شخص کنواری عورت سے زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو انہیں سو کوڑے مارے جائیں اور سنگسار کیا جائے۔

اسی طرح کتب احادیث میں تین ایسے واقعات بیان کیے گئے ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے زانی کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور انہیں سنگسار کر دیا گیا۔ ان میں سے ایک واقعہ حضرت مالک بن ماعز الاسلمی کا ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے زنا کے جرم کا اعتراف کی اور انہیں سنگسار کر دیا گیا۔ 26 دوسرا واقعہ بنو غامد کی ایک عورت کا ہے اس نے بھی نبی کریم ﷺ کے سامنے زنا کا اعتراف کیا اور اسے بھی سنگسار کیا گیا۔ 27 تیسرا واقعہ قصہ العسیف کے نام سے مشہور ہے جس میں ایک شخص نے اپنے مالک کی بیوی سے زنا کیا اس شخص کا والد نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام قصہ بیان کیا آپؐ نے ارشاد فرمایا والذی نفسی بیدہ لا قضین بینکما بکتاب اللہ 28 ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں یقیناً تمہارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرونگا۔ چنانچہ آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ اس شخص کے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کیلئے جلاوطن کیا جائے اور عوت اگر اپنے جرم کا اعتراف کرے تو اسے سنگسار کر دیا جائے چنانچہ اس عورت نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور اسے سنگسار کر دیا گیا۔

اسی ضمن میں حضرات محدثین نے حضرت ابن عباسؓ سے حضرت عمر بن خطابؓ کا ایک قول نقل فرمایا ہے جس کا ترجمہ اس طرح ہے ''حضرت عمرؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر قرآن پاک نازل فرمایا پس قرآن پاک میں آیۃ الرجم الشیخ و الشیخة اذا زنیا فارجموھما البتہ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم موجود تھی ہم نے اسے پڑھا، یاد کیا، اور سمجھا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے مطابق رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی زانی کو رجم کیا۔ اب مجھے یہ خوف ہے کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ کوئی یہ نہ کہے کہ رجم کا حکم قرآن پاک میں موجود نہیں ہے اور وہ گمراہ ہو جائے ایک ایسے فریضہ کو چھوڑ دینے سے جسے اللہ نے نازل کیا ہے۔ پس رجم کا حکم اللہ کی کتاب میں حق ہے ان مردوں

اور عورتوں پر جو محصن ہوں اور ان کا زنا کرنا شہوت سے 'اعتراف سے یا حمل سے ثابت ہو جائے اور خدا کی قسم ہے اگر لوگ یہ نہ کہیں کہ عمرؓ نے اپنی طرف سے قرآن میں اضافہ کیا ہے تو میں اسے قرآن میں لکھ دیتا۔ 29 ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی میں محصن زانی کی سزا رجم ہے۔

حدود آرڈیننس میں زنا کی سزا　حدود آرڈیننس میں حد الزنا کی دفعہ 5 ذیلی دفعہ '2 'میں زنا اور دفعہ '6' ذیلی دفعہ '3 'میں زنا بالجبر کے جرائم میں محصن زانی کی سزا اس طرح بیان کی گئی ہے۔

" If he or she is a Muhsan, be stoned to death at a public place."

''اگر زانی مرد یا عورت محصن ہو تو اسے کسی کھلی جگہ پر پتھر مار مار کر مار دیا جائیگا۔'' یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ سزا میں Stoned to Death کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اسے اس وقت تک پتھر مارے جائیں گے جب تک اس کی موت واقع نہیں ہو جاتی۔ لیکن اسی حد کی دفعہ 17 میں سزا کی تنفید کا طریقہ کار یوں بیان کیا گیا ہے۔

The Punishement of Stoning to death awarded under section 5 or section 6 shall executed in the following manner namely:-

Such of the witnesses who deposed against the convict as may be available shall start stoning him and, while stoning is being carried on, he may be shot dead whereupon stoning and shooting shall be stopped"

(ترجمہ) دفعہ 5 یا دفعہ 6 کے تحت دی گئی رجم کی سزا کو درج ذیل طریقہ مطابق نافذ کیا جائے گا۔

وہ گواہ جنہوں نے مجرم کے خلاف گواہی دی ہے یا ان میں سے جو بھی موجود ہوں۔ مجرم کو پتھر مارنا شروع کریں گے۔ اور جب پتھر مارے جا رہے ہوں تو مجرم کو گولی مار کر مارا جا سکتا ہے جس کے بعد پتھر مارنا اور گولی چلانا روک دیا جائے گا۔

اگر اس طریقہ کار پر غور کریں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مجرم کو صرف نام کا سنگسار کیا جائے گا جبکہ درحقیقت اسکی موت گولی مارنے سے واقع ہو گی حالانکہ احادیث متواترہ اور فقہاء کی آراء کی

روشنی میں یہ بات روز روشن کیطرح عیاں ہے کہ مجرم کی موت پتھر مارنے کیوجہ سے واقع ہونی چاہیے۔ فقہاء مالکیہ نے کیفیۃ الرجم کے ضمن میں لکھا ہے :- یحیط به الناس مطلقاً دون ان یحفرواله وقد قیل انه یضرله حفیر حتی تغیب فیه قد ماه الی نصف ساقه لئلا یفر ولا یقلع عنه حتی یموت 30 "لوگ اس (مجرم) کو گھیر لیں اور اسکے لئے گڑھا نہ کھودا جائے اور ایک دوسری رائے کے مطابق اس کے لئے اسقدر گڑھا کھودا جائے جس میں اسکے پاؤں نصف پنڈلی تک زمین میں دب جائیں تاکہ وہ بھاگ نہ سکے اور اسے اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک اس کی موت واقع نہ ہو جائے۔

بلکہ یہاں تک کہ فقہاء نے اس امر کو بھی بیان کیا ہے کہ پتھر کتنا بڑا ہونا چاہیے۔ حاشیۃ الدسوقی میں ہے :- ان یکون الرجم بحجارة معتدلة بین الصغر والکبرای لا بحجارة عظام خشیة التشویة ولا بحصیات صغار خشیة تعذیب بل بقدر ما یحمل الرامی بلا کلفة لسرعة الاجهاز علیه ویخص بالرجم المواضع التی هی مقاتل من الظهر وغیره من السرة الی فوق ویتقی الوجهة والفرج ۔31 "رجم درمیانہ سائز کے پتھر سے ہونا چاہیے نہ بہت بڑے پتھر سے جس سے جسم مسخ ہونے کا خطرہ ہو اور نہ بہت چھوٹے کنکروں سے جن سے زیادہ اذیت ہو بلکہ پتھر اتنا بڑا ہونا چاہیے جسے مارنے والا آسانی سے اٹھائے اور تیزی سے مارے، رجم کے لئے پتھر پیٹھ پر اور شرمگاہ اور چہرے کو بچا کر سامنے والے حصے پر ناف سے اوپر ایسی جگہوں پر مارے جائیں جن سے موت جلد واقع ہو۔"

تلک حدود اللہ میں ابراھیم احمد الوقعی لکھتے ہیں۔ ان یکون الرمی بحجارة متوسطة الحجم ولا یقوم ای فعل آخر مقام الرجم کالقتل بالسیف او الشنق 32 "رجم درمیانہ سائز کے پتھر سے ہونا چاہیے اور دوسرا کوئی بھی طریقہ مثلاً تلوار سے قتل کرنا یا پھانسی پر لٹکانا رجم کا بدل نہیں ہو سکتا"۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہا کے نزدیک کسی بھی دوسرے طریقہ سے مجرم کو قتل کرنا رجم کا بدل نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ایسا ممکن ہوتا تو نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں قتل کے دوسرے ذرائع موجود تھے لیکن آپ نے ان کو اختیار نہیں فرمایا۔ موجودہ

قانون سازی دراصل مغرب زدہ طبقہ کے پروپیگنڈہ کا اثر ہے جو اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ اور غیر انسانی قرار دیتا ہے۔ اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر ایسی قانون سازی کی گئی ہے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یہ درست ہے کہ شریعت اسلامی میں زنا کے لئے سخت ترین سزا تجویز کی گئی ہے لیکن اگر آپ اس کی وجوہات پر نظر دوڑائیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سزا جرم کے عین مطابق ہے کیونکہ زنا ایک ایسا جرم ہے جو معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کیساتھ ساتھ معاشرتی بگاڑ کا باعث بھی بنتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے۔ ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشه 33 "اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ بے شک یہ کھلی ہوئی برائی ہے۔"

یہی جرم انسانوں کے قتل کا باعث بنتا ہے اور کئی خاندانوں کو تباہ کر دیتا ہے اس جرم کے معاشرے پر مجموعی اثرات کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ عائلی زندگی کا تحفظ، نسل انسانی کی بقاء اور معاشرے میں امن وامان کا قیام ایسی سخت سزا کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :- ولا تاخذبهما رافة فی دین الله ان کنتم تو منون بالله والیوم الآخر 34 "زانی اور زانیہ کے ساتھ ہرگز نرمی اختیار نہ کرو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہو۔"

اب ایک طرف تو اللہ کا حکم ہے اور دوسری طرف مغربی پروپیگنڈہ سے متاثر نام نہاد دانشور اور انسانی حقوق کے علمبردار جو نہ صرف رجم بلکہ تمام اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ اور غیر انسانی قرار دیتے ہیں۔ ان لوگوں کو اسلامی سزاؤں میں تو وحشیانہ پن نظر آتا ہے لیکن انہوں نے دانستہ طور پر مغربی معاشرے کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ یورپ اور امریکہ میں ہم جنس پرستی کو باقاعدہ طور پر قانونی حیثیت حاصل ہے اور دو مرد قانونی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق قائم رکھ سکتے ہیں۔ اس طرح کے جنسی روابط کی مثال تو جانوروں میں بھی نہیں ملتی لیکن ان دانشوروں کو کبھی یہ توفیق نہیں ہوئی کہ کم از کم یہی کہہ دیں کہ انسانیت کی تذلیل ہے اور انسانیت کے ماتھے پر اس سے زیادہ بدنما داغ اور کوئی نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے

برعکس وہ تو یورپی معاشرے کو اپنے لئے نمونہ سمجھتے ہیں۔

مغربی معاشرے میں مرد اور عورت کے جنسی تعلقات کی بنیاد محض فریقین کی باہمی رضا مندی ہے جس کا اثر یہ ہے کہ اس بے راہ روی کے نتیجے میں ہر سال بن باپ کے بچوں کی شرح پیدائش میں متواتر اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ اور نوبت اب یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مڈل سکول کے بچوں اور بچیوں کو مانع حمل ادویات کے استعمال کی ترغیب اور مانع حمل کے طریقے استعمال کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

جو لوگ زنا کی سخت سزا پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان کا اعتراض عملی طور پر صرف ان کی زبان کی حد تک ہے انکے اعمال اور ان کے دل ان کی زبان کا ساتھ نہیں دیتے اگر ان ہی لوگوں میں سے کوئی اپنی بہن، بیٹی یا بیوی کو کسی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ لے تو فوراً دونوں کو قتل کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کرے اور یہی بات قانون بھی ایک عام سے توقع کرتا ہے۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان دفعہ 300 میں قتل عمد کے جرم سے اشتناءات بیان کی گئی ہیں اس میں پہلی استثناء ہی اسی بارے میں ہے کہ اگر کوئی آدمی فوری اور سخت اشتعال (Grave and Provo-cation) کے عالم میں کسی کو جان سے مار دے تو یہ قتل عمد (Murder) نہیں ہوگا۔ اور کسی باغیرت انسان کے لئے اس سے زیادہ اشتعال دلانے والا امر اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کو اپنی کسی قریبی عزیزہ سے زنا کا ارتکاب کرتے ہوئے پائے۔

جو لوگ اس سزا کو وحشیانہ اور غیر انسانی کہتے ہیں انہوں نے شاید انسانی رویوں کا مشاہدہ نہیں کیا یا وہ جان بوجھ کر انجان بنتے ہیں۔ اگر ہم معاشرے میں ہونے والی تمام قتل و غارتگری کا جائزہ لیں تو یہ افسوسناک صورتحال سامنے آتی ہے کہ نصف سے زیادہ ہونے والے قتلوں کے پیچھے عورت اور مرد کے ناجائز مراسم کارفرما ہوتے ہیں۔ اور پھر یہ قتل بھی اتنے سفاکانہ طریقے سے ہوتے ہیں کہ عام انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ کہیں پر کسی کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کوڑے کے ڈھیر یا غلاظت کے گٹر میں دبا دیئے جاتے ہیں تو کہیں پر قتل کرنے کے بعد لاش کے ٹکڑے ٹکڑے صابن بنانے کی بھٹی میں ڈال کر گلا دیئے جاتے ہیں اور ہڈیوں تک کو جلا دیا

جاتا ہے اور کہیں پر اسے بے پناہ اذیتیں دے کر قتل کیا جاتا ہے غرضیکہ اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے ایسے ایسے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں کہ رجم کی سزا انکے مقابلے میں کم نظر آتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے بعد دشمنی کا ایک ایسا سلسلہ چل نکلتا ہے جو کئی نسلوں تک انسانی زندگیوں کو نگلتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایک ایسی سخت سزا تجویز کی ہے جو نہ صرف جرم کی نوعیت کے عین مطابق ہے بلکہ انسانوں کے انتقامی جذبات کو بھی ٹھنڈا کرتی ہے اور دوسرے لوگ بھی اس سزا کے خوف سے ایسے جرم کے ارتکاب سے باز رہتے ہیں۔

دوسری طرف اگر ہم دنیاوی قوانین کا جائزہ لیں تو بہت سارے ایسے جرائم ہیں جنکی سزا موت مقرر کی گئی ہے مثلاً بغاوت، قتل، ہائی جیکنگ وغیرہ اور مختلف ممالک میں سزائے موت پر عمل درآمد کرنیکے مختلف طریقے رائج ہیں کہیں مجرم کو پھانسی پر لٹکایا جاتا ہے تو کہیں اسے گولی مار دی جاتی ہے کہیں تلوار سے اسکا سر قلم کر دیا جاتا ہے تو کہیں بجلی کی کرسی پر بٹھا کر اسے موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے کہیں زہریلی گیس یا انجکشن کے ذریعے اسے موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے اب ان میں سے وہ کون سا طریقہ ہے جس سے مجرم کو اذیت نہیں پہنچتی۔ آدھ آدھ گھنٹے تک مجرم پھانسی کے پھندے پر تڑپتے رہتے ہیں۔ بجلی کی کرسی اور گیس چیمبر میں وہ کتنی دیر تک اذیت کا شکار رہتے ہیں لیکن ان تمام طریقوں میں ان دانشوروں کو کوئی اذیت اور غیر انسانی پہلو نظر نہیں آتا۔ ان تمام سزاؤں، انکی حکمت اور مقاصد کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ سزا یا موت کا تصور نہیں جو انسانوں کو جرائم کے ارتکاب سے رکتا ہے بلکہ یہ وہ اذیت اور رسوائی ہے جو اس سزاء میں پوشیدہ ہے اور ارتکاب جرم کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔ یہ اذیت تمام سزاؤں میں موجود ہے فرق صرف اسکی شدت کا ہے معمولی جرائم میں سزا کی اذیت کم اور بڑے جرائم میں اسکی اذیت زیادہ ہوتی ہے اگر اذیت کو سزا سے علیحدہ کر دیا جائے تو پھر سزا کی حقیقت کچھ بھی نہیں رہتی۔

اللہ رب العزت ارحم الراحمین ہیں اور کوئی انسان اس بات کا دعوی نہیں کر سکتا کہ وہ بندوں پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے یہی وجہ ہے کہ احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک ایسا حاکم اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیا جائے گا جس نے حد کی سزا میں صرف

ایک کوڑا جان بوجھ کر کم کر دیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ وہ جواب دے گا اے اللہ تیرے بندوں پر رحم کرنے کے لئے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تو مجھ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے پھر حکم ہوگا کہ اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

ان حقائق کو مد نظر رکھتے مناسب یہ ہے کہ جو بھی قانون سازی کی جائے اس میں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو دنیاوی مفادات پر فوقیت دی جائے اور ملک میں جو قوانین اسلام کے نام پر بنائے گئے ہیں مغربی پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے بغیر ان میں ایسی ترامیم کی جائیں جو قرآن اور سنت کی روح کے عین مطابق ہوں۔

﴿حواشی﴾

1۔ النور۔ ۲
2۔ صحیح مسلم / کتاب الحدود / باب حد الزنی / ج ۲ ص ۱۳۳۶، سنن ابی داؤد / کتاب الحدود / باب فی الرجم / ج ۴ ص ۵۷۰، سنن ابن ماجۃ / کتاب الحدود / باب حد الزانی / ج ۲ ص ۸۵۲
3۔ فتح القدیر للعاجز الفقیر ج ۵ ص ۲۷، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۹
4۔ المغنی ج ۸ ص ۱۶۸، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۱۴۸ 5۔ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۳۱۹
6۔ لسان العرب / فصل الحاء / صرف النون / ج ۱۳ ص ۱۱۹
7۔ النساء ۲۵ 8۔ النساء ۲۴ 9۔ النور ۵
10۔ بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۷، الھدایۃ ج ۱ ص ۹۶، المبسوط ج ۹ ص ۳۹، شرح فتح القدیر ج ۵ ص ۲۲
11۔ حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۳۲۰، الخراشی علی مختصر سیدی خلیل ج ۸ ص ۳۳۶۔
کتاب الکافی فی فقہ اھل المدینۃ ج ۲ ص ۱۰۶۸، ہدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۳۶
12۔ نفس المراجع
13۔ المھذب ج ۲ ص ۲۶۶، المغنی ج ۸ ص ۱۵۷، الانصاف ج ۱۰ ص ۱۷۱
14۔ الانصاف ج ۱۰ ص ۱۷۱، کتاب الکافی ج ۲ ص ۱۰۶۸
15۔ سنن البھیقی / کتاب الحدود / باب من قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن / ج ۸ ص ۲۱۶۔
سنن الدار قطنی / کتاب الحدود / ج ۳ ص ۱۴۳
16۔ صحیح البخاری / کتاب المناقب / باب قول اللہ یعرفونہ کمایعرفون ابناءھم / ج ۴ ص ۱۸۴
صحیح المسلم / کتاب الحدود / باب رجم الیھود / ج ۲ ص ۱۳۲۶۔

سنن ابو داؤد / کتاب الحدود / باب فی رجم یہودیین / ج ۴ ص ۵۹۳
جامع الترمذی / کتاب الحدود / باب ماجاء فی رجم اھل الکتاب / ج ۴ ص ۴۳۔
سنن ابن ماجۃ / کتاب الحدود / باب رجم الیھودی والیھودیۃ / ج ۲ ص ۸۵۳

17۔ السنن الکبری للبیھقی ج ۸ ص ۲۱۶ 18 سنن الدارقطنی ج ۳ ص ۱۴۸

19- حاشیہ ابن عابدین ج ۴ ص ۱۰ ، البحر الرائق ج ۵ ص ۸

20۔ الھدایۃ ج ۱ ص ۹۶ ، شرح فتح القدیر ج ۵ ص ۱۳

21۔ کتاب الکافی فی فقہ اھل المدینۃ ج ۲ ص ۱۰۷۰

22۔ مغنی المحتاج ج ۴ ص ۴۰، نھایۃ المحتاج ج ۷ ص ۴۰۶

23 ۔ المغنی ج ۸ ص ۱۵۳ الانصاف ج ۱۰ ص ۱۷۰

24۔ صحیح البخاری / کتاب الدیات / باب قول اللہ آن النفس بالنفس / ج ۸ ص ۳۸ ۔
صحیح مسلم / کتاب القسامۃ / باب مایباح بہ دم مسلم / ج ۲ ص ۱۳۰۲ ۔
سنن ابو داؤد / کتاب الحدود / باب الحکم فیمن ارتد / ج ۴ ص ۵۲۲۔
سنن ابن ماجہ / کتاب الحدود / باب لایحل دم امری مسلم / ج ۲ ص ۸۴۷۔
سنن النسائی / کتاب تحریم الادم / باب ذکر مایحل بہ دم المسلم / ج ۷ ص ۹۰۔
مسند امام احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۸۲

25- صحیح مسلم / کتاب الحدود / باب حد الزنا / ج ۲ ص ۱۳۱۶۔
سنن ابو داؤد / کتاب الحدود / باب فی الرجم / ج ۴ ص ۵۷۰
سنن ابن ماجۃ / کتاب الحدود / باب حد الزنا / ج ۲ ص ۸۰۲

26۔ صحیح البخاری / کتاب الحدود / باب الرجم بالمصلی / ج ۸ ص ۲۲ ۔
صحیح مسلم / کتاب الحدود / باب من اعترف علی نفسہ بالزنا / ج ۲ ص ۱۳۲۱
سنن ابو داؤد / کتاب الحدود / باب رجم مالک بن ماعز / ج ۴ ص ۵۷۳
الموطا / باب ماجاء فی الرجم / ج ۲ ص ۸۲۰ 27۔ نفس المراجع 28۔ نفس المراجع

29- صحیح البخاری / کتاب الحدود / باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت / ج ۸ ص ۲۵۔
صحیح مسلم / کتاب الحدود / باب رجم الثیب فی الزنا / ج ۳ ص ۱۳۱۷۔
سنن ابو داؤد / کتاب الحدود / باب ماجاء فی محقق الرجم / ج ۴ ص ۳۸

30۔ کتاب الکافی ج ۲ ص ۱۰۷۰ 31۔ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۳۲۰

32۔ تلک حدود اللہ ص ۴۷ 33۔ الاسراء ۳۲ 34۔ النور ۲

جناب پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب (کراچی یونیورسٹی)

امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ کے شیخ علامہ ابن سلام ھرویؒ

ابوعبیداوسعناعلماًواکثرناادباًواجمعناجمعاً انانحتاج الی ابی عبیدوا بوعبید لایحتاج الینا
ابوعبیداعلم منی ومن الامام الشافعی ومن الامام احمدبن حنبل (اسحاق بن راھویہ)

تاریخ کے صفحات دوسری صدی کے نصف آخر اور تیسری صدی کے ربع اول میں ایک ایسی نابغہ روزگار ہستی کا پتہ دیتے ہیں جو اپنے عہد کے عبداللہ بن عباسؓ گزرے ہیں۔ تاریخ بغداد میں عبداللہ بن طاہرؒ کے حوالہ سے (۱۲/۴۱۱) میں لکھا ہے کہ علمائے اسلام چار ہی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے دور کے، امام الشعبیؒ اپنے دور کے، قاسم بن معینؒ اپنے دور کے اور ابو عبید القاسم بن سلامؒ اپنے عہد کے عبقری تھے۔ ابو عبید القاسم بن سلام بغدادیؒ، دراصل خراسان کے شہر ہرات سے تعلق رکھتے تھے۔(۱) اسی لئے بعض مورخین نے ان کے نام کے ساتھ خراسانی اور ھروی لکھا ہے۔(۲) آپ بنی ازد کے غلام تھے بعض نے انصار کا غلام لکھا ہے۔ انکے والد کا نام سلام ہے۔ (یعنی لام کی تشدید کے ساتھ) نہ کہ سلام (لام کی تخفیف سے) ابو الفضل بن العید (۳۶۴ھ) کے ھاں کسی نے ابن سلام (لام کی تخفیف سے) کہا تو علماء بغداد نے اسے برا جانا۔

سلام: ھرات کے کسی شخص کے ہاں غلام تھے۔ رومی الاصل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سلام اور ان کے صاحب زادے ابو عبید اپنے مالک کے بیٹے کے ساتھ مدرسہ گئے اور وہاں استاذ سے جا کر کہا:

"علمی القاسم فانھا کیسه" "قاسم کو پڑھایئے یہ بڑے ذہین ہیں"۔ چنانچہ ان کے ان عربی الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اچھی عربی نہیں جانتے تھے جبھی انہوں نے مذکر مونث تک کا لحاظ نہیں کیا۔ علامہ ابو عبید خراسان کے شہر ھرات میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے (۳)۔ زبیدی نے ان کا سن ولادت ۱۵۴ھ ذکر کیا ہے (۴)۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے والد گرامی کی خواہش پر بچپن ہی میں ھرات کو خیر باد کہا اور بصرہ وکوفہ کا رخ کیا جو اس دور کے علمی مراکز تھے۔ وہاں آپ نے لغت (عربی)، فقہ، حدیث، علم کلام اور دیگر علوم دور اول کے علماء سے حاصل کئے (۵)۔ طلب

حدیث کیلئے آپ دمشق گئے اور وہاں شیوخ حدیث سے استفادہ کیا(٦)۔
تکمیل علم کے بعد آپ اتالیق مقرر ہوئے چنانچہ بغداد میں شارع بشر وبشیر پر آپ ایک لڑکے کو پڑھایا کرتے تھے۔ پھر آپ خراسان آئے تو ھرثمہ بن اعین کے بچوں کے اتالیق مقرر ہوئے جو الرشید اور المامون کے دور کا معروف فوجی کمانڈر تھا۔ جسے مامون نے ٢٠٠ھ میں قتل کرادیا۔(٧)
ثابت بن نصر بن مالک الخزاعی شام کے ایک مشہور قائد نے (جو ١٩٢ھ میں ثغورِ شام کے سرحدی علاقے کے والی بھی رہے) علامہ ابو عبیدؒ کی خدمات اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت کیلئے حاصل کیں۔
چنانچہ ثغورِ شام کی ولایت ملنے پر ثابت بن نصر نے علامہ ابو عبید کو طرسوس کا قاضی مقرر کیا(٨)۔
آپ ١٨ برس تک اس علاقے کے قاضی رہے پھر ٢١٠ھ میں دوبارہ بغداد تشریف لے گئے اور وہاں عبداللہ بن طاہر والی خراسان سے ملاقات کی، ابن طاہر نے آپ کی عزت افزائی کی اور دو ہزار درہم ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔ ابو العباس احمد بن یحیٰ ثعلب کہتے ہیں :
" طاہر بن عبداللہ اپنے والد کی زندگی ہی میں خراسان سے حج کو گیا تو اسحاق بن ابراہیم کے ہاں ٹھہرا پھر اس نے اسحاق کو علماء کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ انہیں طاہر سے ملانے کیلئے لائے۔ چنانچہ بعض علماء حدیث وفقہائے کرام ملنے کو آئے ان میں ابن العربی اور علامہ ابو عبید القاسم بن سلام کو بھی حاضری دربار کا پیغام ملا مگر آپ نے کہلا بھیجا کہ : "علم کی طرف جایا جاتا ہے۔ علم کو بلایا نہیں جاتا" اسحاق کو ان کی یہ بات اور پیغام نہایت ناگوار گزرا چنانچہ اس نے عبداللہ بن طاہر کی طرف سے انہیں ملنے والا (دو ہزار درھم ماہانہ) وظیفہ بند کردیا اور عبداللہ بن طاہر کو واقعہ کی اطلاع بھی کردی، اس پر عبداللہ نے اسے لکھا' علامہ ابو عبید نے سچ فرمایا اور میں ان کی اس حق گوئی پر ان کا وظیفہ دوگنا کرتا ہوں تم فوراً ان کا سابقہ (رکا ہوا) بھی ادا کرو اور آئندہ بھی (نئی شرح کے مطابق) پابندی سے ادا کرتے رہو"(٩)۔ چنانچہ اس واقعہ کا دونوں حضرات کے تعلقات پر گہرا اثر ہوا اور ایک دوسرے کی قدر افزائی پہلے سے زیادہ ہوگئی۔ اب تو کیفیت یہ ہوئی کہ علامہ ابو عبیدؒ جب بھی کوئی کتاب لکھتے عبداللہ بن طاہر کو تحفۃً اس کا نسخہ بھجوادیتے اور عبداللہ جواباً مال خطیر نذر کرتا(١٠)۔
کہا جاتا ہے کہ علامہ ابو عبیدؒ نے جب اپنی کتاب "غریب الحدیث" مکمل کی اور عبداللہ بن طاہر کو

بھجوائی تو اس نے بڑی تعریف کی اور کہا "ایسے شخص کو اپنی عقل و فہم کے مزید جوہر دکھانے کا موقع ملنا چاہیئے اور اسے فکر معاش سے آزاد کیا جانا چاہیئے۔ چنانچہ اسی کے ساتھ ان کا ماہانہ وظیفہ دس ہزار درہم مقرر ہوا" (۱۱)۔

ابو دلف العجلی (۲۲۸ھ) کو علامہ ابو عبید کے علمی مرتبہ و مقام کا علم ہوا تو اس نے عبداللہ بن طاہر سے درخواست کی کہ دو ماہ کے لئے انہیں اس کے ہاں بھیجا جائے چنانچہ علامہ تشریف لے گئے اور دو ماہ ابو دلف کو میزبانی کا شرف بخشا' واپسی کے لئے روانہ ہونے لگے تو ابو دلف نے تیس ہزار درہم کا نذرانہ پیش کیا جسے آپ نے یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ "میں ایک ایسے شخص سے متعلق ہوں جو میری تمام ضروریات کا خیال رکھتا ہے پھر کسی اور سے کچھ لینا میرے لئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے" جب آپ واپس ابن طاہر کے پاس پہنچے تو اسے اس واقعہ کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے بھی تیس ہزار درہم پیش کئے جنہیں آپ نے اس کے اصرار پر اس صورت میں قبول کیا کہ وہ رقم کی بجائے کچھ سازو سامان (تحفے تحائف) خرید کر دے دے تاکہ آپ اپنے وطن جا سکیں' عبداللہ نے ایسا ہی کیا۔ ایسا لگتا ہے کہ علامہ ابو عبید نے کچھ عرصہ "مرو" میں بھی گزارا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طاہر ابن الحسین الخزاعی مشہور کمانڈر (۲۰۷ھ) جب خراسان گیا تو اس نے "مرو" میں قیام کیا اور مصاحبوں سے کہا کہ کسی ایسے عالم کو بلائیں جو رات بھر اس کے پاس قیام کرے اور جس سے اس کی مجلس میں کچھ علمی گفتگو ہوتی رہے۔ اسے بتایا گیا کہ یہاں کوئی ایسا بڑا عالم نہیں سوائے ایک شخص کے اور وہ ہیں علامہ ابو عبید۔ چنانچہ علامہ کو پیغام ملا اور وہ تشریف لے گئے' گفتگو کرنے پر پتہ چلا کہ علامہ' عربوں کی تاریخ کے بہت بڑے ماہر ہیں اور نحو و لغت و فقہ کے امام ہیں۔ طاہر نے کہا: آپ کو اس چھوٹے سے شہر میں رکھنا آپ کی قد آور شخصیت کے ساتھ زیادتی ہے۔ ایک ہزار دینار نذر کئے اور کہا ابھی تو میں خراسان کی جنگ میں جا رہا ہوں اور مجھے اچھا نہیں لگتا کہ آپ کو بھی اس سفر کی مشقت میں ڈالوں۔ آپ یہ ہدیہ قبول فرمایئے' واپسی پر اللہ نے چاہا تو ملاقات ہو گی۔ ابو عبید ان دنوں "غریب المصنف" لکھنے میں مصروف تھے۔ طاہر کی واپسی تک آپ نے وہ مکمل کر لی۔ چنانچہ طاہر واپسی پر آپ کو اپنے ساتھ سامرہ لے گیا (۱۲)۔ ۲۱۳ھ میں آپ مشہور محدث

یحییٰ بن معین کے ساتھ مصر تشریف لے گئے جہاں آپ نے تصنیف و تالیف کا کام آگے بڑھایا اور اپنی تصنیفات میں مصر کا تذکرہ بھی کیا۔ مصر کے اس علمی سفر کا حال آپ نے اپنی کتاب "غریب الحدیث" میں بھی کیا ہے۔ حدیث عقبہ بن عامرؓ کی تشریح میں آپ لکھتے ہیں کہ "وہ صبیب (سرخ یا زرد رنگ) کا خضاب استعمال کرتے تھے اور صبیب تلوں کے پتوں کا پانی یا نباتات میں سے کوئی نبات ہے اور مصر میں مجھے بتایا گیا کہ ان کا پانی سرخ ہوتا ہے جس کے اوپر سیاہی ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: "نبی اکرم ﷺ نے قِسی پہننے سے منع فرمایا ہے" پھر کہتے ہیں "قِسی ایک لباس ہے جو ریشم سے تیار ہوتا ہے اور مصر سے لایا جاتا ہے" اصحاب حدیث قسی کو قاف کے زیر اور سین کی تشدید سے پڑھتے ہیں، جبکہ مصری لوگ اسے قَسی (قاف کے زبر اور سین کی تشدید سے) پڑھتے ہیں اور اس کا تعلق ایک شہر سے بتاتے ہیں جس کا نام "القس" ہے علامہ کہتے ہیں میں نے وہ شہر دیکھا ہے (۱۳)۔ ۲۱۹ھ میں علامہ ابو عبید حج کے لئے عازم مکہ ہوئے۔ فریضہ حج ادا کیا۔ واپسی کے لئے سواری کرایہ پر حاصل کی تاکہ عراق جاسکیں۔ صبح سویرے روانگی کا پروگرام تھا۔ رات کو خواب میں دیکھا، نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اس طرح کہ آپؐ تشریف فرما ہیں۔ آپؐ کے آس پاس آپؐ کے پسندیدہ لوگ بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ آجا رہے ہیں، جو سلام پیش کرتے ہیں اور مصافحہ سے مشرف ہو رہے ہیں، علامہ فرماتے ہیں، مگر میں جیسے ہی قریب ہونے کی کوشش کرتا ہوں روک دیا جاتا ہوں۔ پھر میں لوگوں سے پوچھتا ہوں تم مجھے حضور ﷺ سے ملنے کیوں نہیں دیتے۔ جواب ملتا ہے تم نہیں مل سکتے کیونکہ تم کل عراق جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ میں نے ان (لوگوں) سے کہا اگر یہ وجہ ہے تو میں عراق جانے کا ارادہ ملتوی کر دیتا ہوں۔ لوگ مجھ سے وعدہ لیتے ہیں اور پھر مجھے حضور ﷺ سے شرف ملاقات کی اجازت مل جاتی ہے، چنانچہ میں حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کرتا ہوں، حضور ﷺ مجھ سے مصافحہ فرماتے ہیں۔ صبح ہوتی ہے اور میں کرایہ کی سواری واپس کر کے عراق جانے کا ارادہ ترک کر ڈالتا ہوں (۱۴)۔ اسی روز سے علامہ ابو عبید مکہ میں سکونت پذیر ہوئے تاآنکہ وہیں آپ کا انتقال ہوا اور دور جعفر میں محرم ۲۲۴ھ میں تدفین عمل میں آئی (۱۵)۔

بعض مورخین نے آپ کا سن وصال ۲۲۲ھ اور بعض نے ۲۲۳ھ اور ۲۳۰ھ بھی بیان کیا ہے (۱۶)
آپ نے ۶۷ برس عمر پائی بعض کے بقول آپ کا انتقال ۷۶ برس کی عمر میں ہوا (۱۷)۔ لیکن زیادہ صحیح روایت ۶۷ برس کی ہے۔ علامہ ابو عبیدؒ نے علوم ادب، لغت، حدیث اور قرأت اپنے دور کے ممتاز عراقی و شامی علماء سے حاصل کئے۔ آپ کے بعض مشائخ (اساتذہ) کے اسماء گرامی (بترتیب حروف تہجی) حسب ذیل ہیں:-

(۱)۔ شیخ الاحمر علی بن المبارک (م ۱۹۴ھ) (۲)۔ شیخ اسحاق بن یوسف الازرق (م ۱۹۵ھ)
(۳)۔ شیخ اسماعیل بن جعفر (م ۱۸۰ھ) (۴)۔ شیخ اسماعیل بن علیہ الاسدی (م ۱۹۳ھ)
(۵)۔ شیخ اسماعیل بن عیاش (م ۱۸۱ھ) (۶)۔ شیخ الاصمعی ابو سعید عبدالملک بن قریب (م ۲۱۶ھ)
(۷)۔ شیخ ابن الاعرابی ابو عبیداللہ محمد بن زیاد (م ۲۳۱ھ) (۸)۔ شیخ الاموی یحییٰ بن سعید (م ۱۹۴ھ) (۹)۔ شیخ ابوبکر بن عیاش (۱۹۳ھ) (۱۰)۔ شیخ جریر بن عبدالحمید (م ۱۸۷ھ) (۱۱)۔ شیخ حجاج بن محمد (م ۲۰۶ھ) (۱۲)۔ شیخ حفص بن غیاث (م ۱۹۴ھ)
(۱۳)۔ شیخ حماد بن مسعدة (م ۲۰۱ھ) (۱۴)۔ شیخ ابو زیادہ الکلابی یزید بن عبداللہ بن الحر (سن وفات معلوم نہیں ہو سکا) (۱۵)۔ شیخ ابو زید الانصاری سعید بن اوس (م ۲۱۴ھ) (۱۶)۔ شیخ سعید بن الحکم بن ابی مریم المصری (م ۲۲۴ھ) (۱۷)۔ علامہ سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ھ) (۱۸)۔ شیخ سلیمان بن عبدالرحمٰن بن حماد (م ۲۵۲ھ) (۱۹)۔ شیخ سلیم بن عیسیٰ (م ۱۸۸ھ) (۲۰)۔ الامام الشافعی محمد بن ادریس (م ۲۰۴ھ) (۲۱)۔ شیخ شجاع بن ابی نصر (م ۱۹۰ھ) (۲۲)۔ شریک بن عبداللہ القاضی (م ۱۷۷ھ (۲۳)۔ شیخ صفوان بن عیسیٰ القسام (م ۲۰۰ھ) (۲۴)۔ عباد بن عباد المہلبی (م ۱۸۱ھ) (۲۵)۔ عبدالاعلیٰ بن مہر بن عبدالاعلیٰ الغسانی (م ۲۱۸ھ) (۱۸)۔

علامہ ابو عبید مہندی کا خضاب کرتے تھے۔ سرخ ڈاڑھی اور سرخ (سر کے) بالوں والے تھے۔ ان کے چہرے سے ہیبت و وقار چھلکتا تھا۔ نہایت عبادت گزار اور کثیر المطالعہ تھے۔ آپ نے اپنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ابوبکر بن الانباریؒ کہتے ہیں کہ "ان کی راتیں، عبادت اور مطالعہ میں گزرتیں تہائی رات یا اس سے بھی کم آرام فرماتے" (۱۹)۔ آپ کا حافظہ قوی اور

یاداشت بڑی عمدہ تھی۔ آپ کے ایک شاگرد ابو منصور نصر ابن داؤد صاغانی کہتے ہیں "ابو عبید فرمایا کرتے تھے کہ ایک نشست میں پچاس حدیثیں یاد کرلینا میرے لئے چنداں مشکل نہ تھا" (۲۰)۔

آپ اپنے اساتذہ وشیوخ حدیث کا حد درجہ احترام کرتے اس کی ایک مثال خود ان کا یہ قول ہے کہ میں نے کبھی کسی استاذ یا شیخ حدیث سے ملاقات کرنا چاہی تو ان کے دروازے پر جاکر ان کے از خود باہر آنے کا منتظر رہا اور دروازہ کھٹکھٹانا یا دستک دینا سوئے ادب سمجھا۔ اس سلسلہ میں میں نے ہمیشہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھا" ولوانهم صبرواحتى تخرج اليهم لكان خيراً لهم "(کہ اے نبی ﷺ ان کیلئے بہتر ہوتا اگر وہ آپکے باہر تشریف لانے تک صبر سے انتظار کرتے)(۲۱)۔ آپ کی علمی دیانتداری کا اندازہ اس قول سے کیا جاسکتا ہے جو ان کے ایک شاگرد عباس بن محمد الدوریؒ نے بیان کرتے ہوئے کہا "میں نے علامہ ابو عبید کو فرماتے سنا کہ شکرِ علم کا تقاضا یہ ہے کہ جب کوئی بات آپ نہ جانتے ہوں پھر آپ کو معلوم ہو جائے اور وہ بات آپ لوگوں سے بیان کریں تو اس اعتراف کے ساتھ بیان کریں کہ مجھے بھی اس کا علم نہیں تھا تا آنکہ فلاں صاحب نے مجھے اس اس طرح یہ بات سکھائی یا سمجھائی اور یوں میرے علم میں یہ بات آئی" (۲۲)۔

آپ کے اقوال زریں میں سے یہ ہے کہ آپ فرماتے تھے "متبع سنت شخص ایسا ہے جیسے آگ پر قابو پانے والا اور میرے نزدیک اتباع سنت فی زمانہ اللہ کی راہ میں (جہاد میں) تلوار چلانے سے بھی زیادہ افضل ہے۔" علامہ ابو عبید نے اپنی زندگی میں اور بعد از وصال زبردست شہرت پائی آپ کے اپنے اور بعد کے ادوار میں ہمیشہ آپ کو اچھے الفاظ سے یاد کیا گیا۔ آپ کی شہرت ایک متقی، زاہدِ شب زندہ دار، کریم النفس، مجسمہ اخلاق کریمانہ، فاضل علوم وفنون، تصنیف وتالیف کے دھنی اور اجتہاد وتبحر علمی کے مالک شخص کی شہرت تھی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ علامہ ابو عبید استاذ ہیں اور آپ کے علم وفضل کی وجہ سے روز بروز آپکی قدر ومنزلت ہم پر واضح ہو رہی ہے (۲۳)۔

سنن ابی داؤد کے جامع علامہ ابو داؤد سلیمان اشعث سے علامہ ابو عبیدؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا! "وہ ایک امین وثقہ عالم ہیں" معروف محدث واسماء الرجال کے عالم یحییٰ بن معین

سے کسی نے پوچھا کہ "ابو عبید سے روایت حدیث لینا کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا مجھ سے ابو عبید کے بارے میں پوچھتے ہو؟ وہ تو ایسی شخصیت ہیں کہ ان سے لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے' پھر کہا میں اصمعی کے پاس تھا کہ ابو عبید تشریف لائے' علامہ اصمعی نے انہیں آتا دیکھ کر کہا' جانتے ہو آنے والا کون ہے؟ موجودین نے کہا ہاں' اصمعی نے کہا کہ جب تک یہ شخص زندہ ہے لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا (۲۴)۔ ابراہیم الحربیؒ ان کے بارے میں کہتے ہیں: "ابو عبیدؒ تو ایسے تھے جیسے پہاڑ میں روح پھونک دی گئی ہو اور اسکی ہر شئی بھلی لگ رہی ہو" (۲۵)۔ قاضی احمد بن کامل کہتے ہیں "علامہ ابو عبید القاسم بن سلام اپنے مذہب و علم میں انتہائی فاضل تھے' ربانی قسم کے عالم تھے' علوم و فنون اسلامی کے ماہر' قرآن و سنت اور فقہ کے متبحر عالم' ثقہ راوی' ایسے ثقہ کہ آج تک کسی نے انکی ثقاہت میں طعن نہیں کیا (۲۶)۔ الجاحظ نے کتاب المعلمین میں انکا ذکر اس طرح کیا ہے:
"وہ معلمین میں سے اور پھر فقہاء محدثین میں سے تھے۔ ان کا شمار ماہرین علم نحو میں بھی تھا اور وہ ان علماء میں بھی شامل تھے جو کتاب و سنت' ناسخ و منسوخ' غریب الحدیث اعراب القرآن کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ جن لوگوں نے علم کے متعدد اصناف میں کتابیں لکھی ہیں علامہ ابو عبید القاسم بن سلامؒ ان لوگوں میں سر فہرست ہیں۔ آپ ایسے ادیب تھے کہ ان کی طرز پر علم وادب کی مفید تالیفات کم ہی لوگوں نے لکھی ہوں گی" (۲۷)۔ ابن درستویہ ان کے بارے میں کہتے ہیں "آپ بغداد کے محدثین اور کوفیوں کے نظریات پر علم نحو کے زبردست عالم تھے' لغت کے راویوں میں تھے اور قرأت میں بصرہ کے علماء سے منفرد تھے۔ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہے جو فنون کثیرہ میں لکھنے والے اور شہرت پانے والے تھے۔ آپ صاحب فضل و مجد اور عابد و زاہد صاحبِ مذہب تھے (۲۸)۔

ابو العباس احمد بن یحییٰ ثعلب کا خیال ہے کہ اگر ابو عبید بنی اسرائیل میں ہوتے تو ان کی شان کچھ اور ہی ہوتی (۲۹)۔ ھلال بن العلاء العراقی کہتے ہیں "اللہ نے اس امت پر چار اشخاص کا انعام فرمایا جو اپنے زمانہ کے عبقری تھے' ایک تو امام شافعیؒ کہ جن کی فقہِ حدیث قابل داد ہے۔ دوسرے امام احمد بن حنبلؒ کہ جنہوں نے صبر و استقامت سے فتنوں کا مقابلہ کیا' اگر آپ نہ ہوتے تو لوگ کفر کا شکار ہو جاتے' تیسرے یحییٰ بن معینؒ کہ جنہوں نے احادیث رسول ﷺ کو کذب سے

محفوظ کیا اور چوتھے ابو عبید القاسمؒ بن سلام کہ جنہوں نے غریب الحدیث کو بیان کیا اگر وہ ایسا نہ کرتے تو لوگ گمراہ ہو جاتے (۳۰)۔ علاوہ ازیں 'ابو قدامہ 'ابن راھویہ 'عبداللہ بن طاہر 'ابن حبان' حاکم الازہری 'الدانی 'ابن الجزری' ذہبی 'الداودی ودیگر مشاہیر علماء و مشائخ رحمہم اللہ نے علامہ ابن سلامؒ کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ آپ نے تالیفات کا انبار ورثہ میں چھوڑا۔ ان میں سے بیشتر علوم قرآن کریم' علوم حدیث شریف' لغت' امثال' انساب اور تراجم پر مشتمل ہیں۔ ابن درستویہ کے مطابق آپ کی پچیس سے زائد مصنفات علوم قرآن' فقہ' غریب الحدیث' امثال' معانی الشعراور غریب المصنف کے موضوعات پر ہیں (۳۱)۔

علامہ ابن ندیم نے اور علامہ ابن خلکان نے آپ کو صاحب تصانیف کثیرہ لکھا ہے (۳۲)۔

ابو طیب لغوی کا خیال ہے کہ چونکہ آپکی تالیفات کو سرکاری سطح پر سراہا جاتا تھا اس لئے آپکی تالیفات کی تعداد بہت زیادہ ہے (۳۳)۔ آپکی بعض معروف کتابوں کے اسماء 'ابن ندیم نے الفہرست (ص ۱۱۲) میں ذکر کئے ہیں نیز انباہ الرواۃ (جلد ۳' ص ۲۲) میں' معجم الادباء (ج ۱۶' ۲۶۰) میں وفیات الاعیان (ج ۴' ص ۶۳) میں' عیون التواریخ (ص ۲۸۸) میں' مراۃ الجنان (ج ۲' ص ۸۸) میں اور کشف الظنون (جلد ۲' ص ۱۳۸۵) میں آپکی تالیفات کا ذکر ملتا ہے۔ ہم اختصار کے پیش نظر صرف چند مصنفات کا ذکر کرتے ہیں۔ الاحداث' آداب السلام' ادب القاضی' استدراک الغلط' الامثال السائرہ' الاموال' انساب الخلیل' الایمان والنذور' الحجر والتفلیس' الحیض' الخطب والمواعظ' الشعراء' شواہد القرآن الطلاق' الطہارۃ' عدد آی القرآن' غریب الحدیث' غریب القرآن' الغریب المصنف' فضائل الفرس' فضائل القرآن' القراءات' القضاء و آداب الحکام' کتاب الایمان و معالمہ وسننہ واستکمالہ ودرجاتہ' کتاب النحو' المجاز فی القرآن' المذکر والمونث' معانی القرآن' فضائل الفرسان' المقصور والمحدود' الناسخ والمنسوخ' النسب' نصوص فی الحج' النکاح (۳۴)۔

<u>علامہ کے تلامذہ :</u> علامہ کے تلامذہ کی تعداد کا تعین مشکل امر ہے۔ انکے بعض تلامذہ نے علم و فن کے میدان میں بڑی شہرت پائی۔ اسماء الرجال کی کتب میں انکے تلامذہ کے احوال بڑی

شرح وبسط سے مذکور ہیں۔ علامہ کے علمی مرتبہ ومقام اور ان کی شہرت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ان کے تلامذہ میں صحاح ستہ کے بعض مؤلفین' تاریخ ورجال کے ماہرین' لغت وادب کے ائمہ اور فقہ وفتاویٰ کے مصنفین کے نام آتے ہیں۔ ان کے مشہور تلامذہ میں امام احمد بن حنبل' امام بخاری' یحییٰ بن معین' امام ترمذی' امام ابوداؤد سجستانی' علامہ البلاذری' علامہ التغلبی' علامہ الدارمی' ابن ابی الدنیا' امام علی بن عبدالعزیز البغوی' شیخ ابوالحسن الطوسی رحمہم اللہ جیسے اکابر علماء موجود ہیں (۳۵)۔

رب قدیر وکریم حضرت ابوعبید القاسم بن سلام کی مرقد پر ہزار ہزار رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

مصادر ومراجع

(۱)۔ ابن ندیم' الفہرست۔ ص ۱۱۲' مطبوعہ مصر القاہرۃ' ۱۳۴۸ھ۔ نیز۔ الخطیب البغدادی' تاریخ بغداد ج ۱۲' ص ۴۰۳' مطبوعہ مصر ۱۹۳۱ھ ۔ابن سعد۔ طبقات ابن سعد' ج ۷ ص ۳۵۵' مطبوعہ سخاو ۔ لیڈن۔ ۱۹۰۹ام۔ (۲)۔ الذھبی' تذکرہ الحفاظ' مطبوعہ حیدر آباد دکن' ۱۹۵۷ام۔ نیز۔ تاریخ بغداد۔ ج ۱۲' ص ۴۱۵' طبقات ابن سعد' ج ۷' ص ۳۵۵۔ (۳)۔ ابن عساکر' تاریخ مدینہ دمشق' حرف قاف' دار الکتب المصریہ۔ (۴)۔ ابن خلکان' وفیات الاعیان' ج ۴ ص ۶۲ مطبوعہ مصر۔ (۵)۔ روڈلف زلھائم' الامثال العربیہ القدیمہ' ص ۷۸ مطبوعہ بیروت ۱۹۷۱ء۔ (۶)۔ ابن عساکر' تاریخ مدینہ دمشق' (حرف قاف) نیز۔ الداودی' طبقات المفسرین مطبوعہ القاہرۃ ۱۹۷۲ء۔ (۷)۔ ابن الاثیر' الکامل وتاریخ بغداد' ج ۱۲' ص ۴۰۴۔ نیز۔ القفطی' انبار الرواۃ علی انباہ النحاۃ' مطبوعہ' مصر ۱۹۷۳ء۔ (۸)۔ ابن خلکان' وفیات الاعیان' ج ۴' ص ۶۱' نیز۔ یاقوت الحموی' معجم الادباء' ج ۲ ص ۲۵۴۔ مطبوعہ احمد فرید' مصر ۱۹۳۶ء۔ نیز۔ ابن عماد الحنبلی' شذرات الذھب' ج ۲' ص ۵۵' مطبوعہ مصر ۱۳۵۰ھ ۔و۔ امام نووی' تہذیب الاسماء واللغات' ج ۲' ص ۲۵۷' مطبوعہ القاہرہ۔ و۔ ابن ندیم' الفہرست' ص ۱۱۲ (۹)۔ ابن عساکر' تاریخ دمشق (حرف قاف) نیز۔ انباہ الرواۃ' ج ۳ ص ۱۷' معجم الادباء' ج ۱۶' ص ۲۶۰۔ (۱۰)۔ القفطی' انباہ الرواۃ' ج ۳ ص ۱۳۔ ابن عساکر' تاریخ دمشق (حرف قاف)۔ ابن الانباری' نزھۃ الالباء' ص ۱۳۸' مطبوعہ القاہرہ' مصر ۱۹۶۸ء۔ الیاقوت' معجم الادباء' ج ۱۶' ص ۲۵۵۔ ابن کثیر' البدایہ والنہایہ ج ۱۰' ص ۲۹۱' مطبعۃ السعادہ' القاہرہ۔ (۱۱)۔ نزھۃ الالباء' ص ۱۳۸' معجم الادباء ج ۱۶' ص ۲۵۵' البدایہ والنہایہ' ج ۱۰' ص ۲۹۱' تاریخ دمشق (حرف قاف) انباہ الراۃ' ج ۳ ص ۱۵۔ (۱۲)۔ الصحاح (قس) ج ۲' ص ۹۶۰۔ ابوعبید القاسم بن سلام' غریب الحدیث' ج ۱' ص ۲۳۶' مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۶۷ء۔ (۱۳)۔ ابوبکر زبیدی' طبقات النحویین واللغویین' ص ۲۲۹' القاہرہ ۱۹۴۸ء۔ ابن عماد الحنبلی شذرات الذھب' ج ۲ ص

۵۵‘القاہرہ ۱۳۵۰ھ۔ محمد بن شاکر الکتبی ‘عیون التواریخ‘ص ۲۸۸۔دارالکتب المصریہ۔ابن قاضی شھبہ‘ طبقات ابن قاضی شہبہ‘ج ۲ص ۲۲۴۔دارالکتب المصریہ۔(۱۴)۔البخاری ‘التاریخ الکبیر‘ج ۴(۱)ص ۱۷۲‘ مطبوعہ حیدر آباد دکن‘۱۳۶۰ھ۔الزبیدی ‘طبقات النحویین واللغویین‘ص ۲۱۹‘القاہرہ ۱۹۵۴ھ۔ابن حجر‘تہذیب التہذیب‘ج ۸ص ۳۱۵‘حیدر آباد دکن‘۱۳۲۶ھ۔(۱۵)۔خطیب‘تاریخ بغداد‘ج ۱۲ص ۴۱۵۔نزھۃ الالباء‘ ص ۱۴۱۔انباہ الرواۃ‘ج ۳ص ۲۰۔بن مکتوم ‘تلخیص اخبار النحویین‘ص ۱۹۲‘دارالکتب المصریہ۔(۱۶)۔السیوطی‘ بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ‘ج ۲ص ۲۵۴‘القاہرہ ۱۹۶۴ء۔نیز ابن الجزری‘طبقات ابن الجزری‘ج ۲‘ ص ۱۸‘القاہرۃ ۱۹۳۵ء۔نیز ابو الغداء‘تاریخ ابو الغداء‘ج ۲‘ص ۳۶‘مکتبہ النہضہ مصر۔نیز ابن حجر عسقلانی‘ تہذیب التہذیب‘ج ۸ص ۳۱۵‘مطبوعہ حیدر آباد دکن۔(۱۷)۔خطیب بغدادی‘تاریخ بغداد‘ج ۱۲ص ۴۰۴۔ نیز السبکی‘طبقات الشافعیہ‘ج ۱ص ۲۷۰‘مطبوعہ القاہرہ ۱۳۲۴ھ۔نیز ابن خلکان۔وفیات الاعیان۔ج ۴‘ص ۶۱۔(۱۸)۔السبکی‘ طبقات الشافعیہ۔ج ۱‘ص ۲۷۱۔نیز محمد بن شاکر الکتبی‘ عیون التواریخ‘ ۲۸۹‘ دارالکتب المصریہ خطیب‘ تاریخ بغداد‘ ۱۲ص ۴۰۸۔(۱۹)۔الزبیدی‘ طبقات النحویین واللغویین۔ص ۲۱۸۔ القاہرۃ ۱۹۵۴ھ۔(۲۰)۔الداودی۔طبقات المفسرین‘ج ۲ص ۳۶۔القاہرۃ ۱۹۷۲ء۔(۲۱)۔المزی ج ۴‘ص ۱۳۹۔ الداودی ج‘ ۲/ص ۳۹ تاریخ دمشق (حرف قاف)۔(۲۲)۔المزی‘تذھیب الکمال ۵۵۵۔عیون التواریخ ۲۸۸۔ تاریخ بغداد‘ج ۱۲/ص ۴۱۴۔(۲۳)۔تلخیص ابن مکتوم۔ص ۱۹۲‘نزھۃ الالباء ص ۱۴۱۔انباہ الرواۃ ج ۳/ص ۲۱۔(۲۴)۔وفیات الاعیان ج ۴/۶۱۔تہذیب التہذیب ج ۸/ص ۴۱۶۔البدایہ والنہایہ ج ۱۰/ص ۲۹۲۔(۲۵)۔بغیہ الوعاۃ‘ج ۱۶/ص ۲۵۳۔روضات الجنات ۵۴۶‘مرآۃ الجنان‘ج ۲/ص ۸۴۔(۲۶)۔ معجم الادباء‘ج ۱۶‘ص ۲۵۵۔طبقات النحویین واللغویین‘ص ۲۱۷۔(۲۷)۔الدوادی‘طبقات المفسرین‘ج ۲ص ۴۳ تاریخ بغداد‘ج ۱۲‘ص ۴۰۴۔(۲۸)۔تاریخ دمشق (حرف قاف)۔تلخیص ابن مکتوم ۱۹۲۔

(۲۹)۔وفیات الاعیان‘ج ۴/ص ۶۱۔نزھۃ الالباء‘ص ۱۴۰۔تاریخ بغداد ج ۱۲/ص ۴۱۱۔

(۳۰)۔نزھۃ الالباء‘ص ۱۳۷۔وفیات الاعیان ج ۴‘ص ۶۱‘معجم الادباء‘ج ۱۶‘ص ۲۶۴۔

(۳۱)۔ابن ندیم‘ الفہرست‘ص ۱۱۳۔(۳۲)۔مراتب النحویین‘ ص ۹۴۔السبکی ‘طبقات الشافعیہ ج ۱/ص ۲۶۰۔(۳۳)۔ابن ندیم الفہرست ص ۱۱۲۔۱۱۳۔وفیات الاعیان ۴۔۶۳ ابن حجر المعجم المفہرس‘ص ۴۴۔بروکلمان‘تاریخ الادب العربی‘ج ۲‘ص ۱۵۹۔(۳۴)۔میزان الاعتدال‘ج ۴‘ص ۱۴۱۰۔الزجبی‘العبر ج ۱‘ص ۴۱۵۔نیز ج ۲/ص ۵۴ سے ۶۵‘ ج ۲ ص ۱۲‘ ۵۴‘ ۶۲‘ ۶۵‘ بروکلمان‘ تاریخ الادب العربی ج ۳‘ص ۴۳۔

ڈاکٹر قاری محمد طاہر
مدیر ماہنامہ "التجوید" فیصل آباد

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی یاد میں

روئے اب دل کھول کے اے چشم خوں نابہ بار

بیسویں صدی کا سورج ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو غروب ہو گیا اور اپنے ساتھ عالم اسلام کے اس نیر تاباں کو بھی لے ڈوبا جسکی تابانی علمی دنیا کو کم وبیش پون صدی منور کرتی رہی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی جو ۳۱ دسمبر سے قبل تک مدظلہ تھے اس نئی صدی کے آغاز میں رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے　　سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

موت اگر گھر کے آنگن میں آئے تو ایک ہی مرتا ہے کسی نابغہ روزگار عالم کے دروازے پر دستک دے تو ایک نہیں پوری قوم کا جنازہ اٹھتا ہے۔ مولانا کی موت ایک فرد کی موت نہیں ایک ادارے کی موت نہیں ایک انجمن کی موت نہیں بلکہ لاتعداد اداروں اور لاتعداد انجمنوں کی موت ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے انتقال سے جو ادارے یتیم ہوئے ان میں دارالعلوم دیوبند دارالمصنفین اعظم گڑھ، تحقیقی مجلہ معارف، تعمیر حیات لکھنؤ، البعث الاسلامی رابطہ ادب اسلامی یتیم ہوا۔ اکیڈیمی ادبیات دمشق، اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ سر فہرست ہیں۔ انکے علاوہ کس کس کا ذکر کیا جائے کس کس کو چھوڑا جائے سچ پوچھئے تو مولانا عرب و عجم کو یتیم کر گئے۔ رونا چھوڑ گئے۔

وما كان قيس هلكه هلك واحد　　ولكنه بنيان قوم تهد سا

آپکا تعلق بر صغیر کے عظیم سپہ سالار مجاہد اعلیٰ سید احمد شہید کے خانوادہ سے تھا۔ آپ صحیح معنوں میں انکے وارث تھے اجداد کی میراث سے آپ کو قلم بھی ملا۔ علم بھی۔ تقویٰ بھی اور تدین بھی۔ آپ نے اس آبائی وراثت سے ہوش و خرد کو بھی شکار کیا اور قلب و نظر کو بھی جلا بخشی۔ آبائی ورثہ کی پاسداری کا نتیجہ تھا کہ آپ بیک وقت عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبان پر پوری مہارت

رکھتے تھے۔ تحریر کے میدان میں اردو اور عربی آپ کی مخصوص جولان گاہ تھی۔ عربی زبان میں آپکے جوہر اردو زبان سے بھی سوا تھے۔ عربی تحریر و تقریر پر یکساں ملکہ کی بنأ پر سننے والوں کو عرب نژاد ہونے کا گمان گذرتا۔ مولانا کی کتب کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے اکثر عربی زبان میں ہیں۔ آپ کے نزدیک عالم اسلام کیلئے عربی رابطے کی زبان تھی۔ اسلیئے آپ عربی زبان وادب پڑھنے اور پڑھانے پر زور دیتے۔ ندوۃ العلماء کے نصاب میں عربی زبان کو مرکزی حیثیت سے شامل کیا۔

آپ کے نزدیک اقبال کا پیغام آفاقی ہے کیونکہ وہ اسلام اور قرآن کی بات کرتا ہے۔ آپ کی خواہش تھی کہ اقبال کے پیغام سے اہل عرب کو بھی روشناس کرایا جائے۔ تاکہ اسکے افکار میں موجود ولولہ تازہ عربوں کی زندگی میں بھی سرایت کرے انکی خواہش تھی کہ صحرا سے نکل کر جس نے روما کی سلطنت کو بدل دیا تھا اقبال کے کلام کا وہ شیر دوبارہ زندہ ہو۔ دوبارہ خواب سے بیدار ہو اور دنیا کی قسمت کو بدلنے کا فریضہ سرانجام دے۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر مولانا علی میاںؒ نے روائع اقبال لکھی۔ اس کتاب کو عربوں میں بہت پزیرائی حاصل ہوئی۔ اسکے ذریعے عربوں کیلئے اقبال کا تعارف آسان ہوا اچھی بات یہ ہے کہ مولانا کی ذات عرب و عجم میں رابطہ کا ذریعہ تھی۔ انکی حیثیت ایک ایسے پل کی مانند تھی جس کا ایک کنارہ عرب ہیں اور دوسرا عجم میں اترتا ہے۔ مولانا نے اقبال کی شخصیت کو اپنے زمانہ طالب علمی میں پہچان لیا تھا چنانچہ آپ نے اسی طالب علمی کے دور میں اقبال کی ایک نظم کا عربی میں ترجمہ کیا اس ترجمہ کو لیکر وہ علامہ اقبال کی خدمت میں لاہور حاضر ہوئے۔ علامہ اقبال مولانا کے ذوق کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مولانا کے بقول علامہ نے یہ جاننے کیلئے کہ آیا یہ ترجمہ انہوں نے خود کیا ہے یا کسی اور سے کرایا ہے۔ لہذا انہوں نے عربی زبان میں کچھ سوالات کئے۔ جنکے جوابات مولانا نے نہایت فصیح عربی میں دیئے۔ علامہ خوش ہوئے اور مولانا کو دعائیں دیں۔ علم و آگہی کو مولانا پر ناز تھا۔ انہوں نے ایک نہیں سینکڑوں کتابیں لکھیں انکی ہر تحریر اہل علم کے ہاں اتھارٹی کا درجہ رکھتی ہے۔ مستقبل کا ہر عالم اور محقق اپنے دعوے کی تائید میں مولانا مرحوم کی تحریر کو مستقل پیش کرتا رہے گا۔ آپ کی ایک ایک کتاب اپنی جگہ نگینہ و موتی ...... تاہم تاریخ دعوت و عزیمت اور ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین ایسی معرکۃ الارأ کتب ہیں کہ جو پورے عالم اسلام میں اہل علم سے داد وصول کرتی رہیں گی۔ ان کتب کے اردو'

فارسی، عربی، انگریزی، فرانسیسی اور ترکی زبان میں تراجم ہو چکے ہیں۔ اور بیک نہیں ان گنت ایڈیشن چھپ کر عرب و عجم میں پہنچ چکے ہیں۔

علم و قلم کے علاوہ جہاد بھی آپ کا آبائی ورثہ تھا۔ تشکیل پاکستان کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی حیثیت آٹے میں نمک کے برابر رہ گئی تھی۔ ہندو ذہنیت نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور یہ نعرہ دیا کہ اگر مسلمانوں کو اب ہندوستان میں رہنا ہے تو انہیں ہندو بن کر ہی رہنا ہوگا۔ مولانا نے اس مبارزت کو قبول کیا اور سینہ سپر ہو گئے اور علی الاعلان فرمایا کہ مسلمانوں کو ہندوستان ہی میں رہنا ہے۔ اور سچا اور پکا مسلمان بن کر رہنا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تشکیل پاکستان کے وقت آپکے خاندان کے دو تہائی افراد ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ لیکن مولانا نے ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑنا پسند نہ کیا۔ اور ہندو تعصب کے سامنے تیغ بے نیام بن کر لکھنؤ میں ندوہ ہی کے ہو رہے۔ کیونکہ اسلام کے خمیر میں کسی باطل قوت کیساتھ سمجھوتے کا کالم موجود نہیں۔ اسلام ہر حال میں اپنا تشخص برقرار رکھتا ہے بلکہ اسلام اور مسلمان کی فطرت تو یہ ہے کہ باطل سے مڈبھیڑ کے وقت ہی فولادی صفت ہوتا ہے اور اپنے سے بڑے اور طاقتور حریف کے مقابل آکر اپنے جوہر دکھاتا ہے۔ ؎ اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے

اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

چند برس پیشتر ہندوستان کی حکومت نے مسلمانوں کو دبانے اور انکا تشخص ختم کرنے کی خاطر ہندوؤں اور مسلمانوں کیلئے یکساں فیملی لاز کا قانون منظور کیا۔ مولانا اس فیصلے کے سامنے دیوار بن گئے اور حکومت پر واضح کیا کہ فیملی لاز کے سلسلے میں مسلمان کتاب و سنت کے پابند ہیں۔ شریعت اسلامیہ کے علاوہ کسی بھی قانون کی پاسداری انکے لئے محال نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ مولانا کی کوششوں سے پرسنل لاز کے معاملے میں حکومت ہند کو ہتھیار ڈالنا پڑے اور اس وقت کے وزیر اعظم راجیو گاندھی نے مسلمان عمائدین کے مشوروں سے نیابل پارلیمنٹ میں پیش کیا جو پاس ہوا اور مسلمانوں کا مطالبہ منظور ہو گیا۔ اسی طرح حکومت ہند نے ایک حکم نامہ جاری کیا جسکے تحت ملک کے تمام سکولوں میں بندے ماترم کا راگ گانا لازمی کر دیا گیا خصوصاً مسلمان بچوں پر یہ پابندی عائد کی

گئی کہ وہ صبح کے وقت بندے ماترم گائیں۔ مولانا نے اس پابندی کے خلاف آواز بلند کی اور فرمایا اس ترانے میں بعض بول ایسے ہیں جو مسلمانوں کے عقیدۂ توحید کے منافی ہیں لہٰذا مسلمان بچوں کو اس کا پابند کرنا سیکولرازم کے خلاف ہے۔ اور مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں مداخلت کے مترادف ہے جسکو مسلمان کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے۔

مولانا کو پورے عالم اسلام عرب و عجم میں انتہائی عزت و توقیر سے دیکھا جاتا تھا آپ کی بات کا اپنا وزن تھا۔ آپ کی منفرد رائے پر فیصلے تبدیل کر لئے جاتے۔ آپکے اسی مقام و مرتبے کی بنا پر ہندوستان کی حکومت اور متعصب ہندو ذہنیت ان سے قدرے مرعوب تھی اسی مرعوبیت کی بنا پر جنونی ہندو مولانا کیلئے اکثر و بیشتر پریشان کن صورتحال پیدا کرتے رہتے۔ کم و بیش برس پہلے حکومت کی سرپرستی میں مولانا کے تعلیمی ادارے ندوۃ العلماء پر بھارتی پولیس نے دھاوا بول دیا۔ طلباء کو مارا پیٹا اور بلا جواز گرفتاریاں کیں۔ مولانا نے اس ظلم و جور کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اس حکومتی جبر کو اللہ کی طرف سے آزمائش قرار دیا۔ اور طلباء کو صبر و ثبات کیساتھ آزمائش میں سرخرو ہو کر نکلنے کی تلقین فرمائی۔ ایک اسلامی مملکت ہونے کے ناتے مولانا کو پاکستان سے محبت تھی وہ پاکستان اور اہل پاکستان کی ترقی و خوشحالی کے منتظر رہے اس کیلئے دعائیں مانگتے تھے ماہ و سال کا علم نہیں ایک مرتبہ پاکستان تشریف لائے تو فیصل آباد کو عزت بخشی۔ جناح ہال میں آپ کی تقریر تھی فرمانے لگے جب پاکستان کے بارے میں عالمی سطح پر کوئی اچھی خبر سننے کو ملتی ہے تو ہم ہندوستان کے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔ ہم ہندوؤں کے سامنے آنکھیں اونچی کر کے چلتے ہیں لیکن پاکستان کے بارے میں کوئی منفی خبر آتی ہے تو ہند کے مسلمانوں پر گھڑوں پانی پڑ جاتا ہے۔

آپ متعدد بار پاکستان تشریف لائے۔ علمی حلقوں نے آپ کے اعزاز میں تقاریب منعقد کیں۔ آپکے خیالات سنے۔ ان اسفار میں کی گئیں تقاریر حدیثِ پاکستان کے نام سے محفوظ ہیں۔ اس کتاب کا ایک ایک ورق اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ آپ کاغذی طور پر ہندی شہریت رکھنے والے اصلاً پاکستانی مسلمان ہیں۔ مولانا ہندوستان میں رہتے ہوئے مسلمانوں کی بقاء کی جنگ لڑ رہے تھے۔ یہ معرکہ آسان نہ تھا کیونکہ جنگ سرحدات کی ہو تو دنوں یا مہینوں میں ختم ہو جاتی ہے لیکن نظریاتی ٹکراؤ کا معرکہ مستقل ہوتا ہے۔ اور اندیشۂ زیاں ہر وقت موجود رہتا ہے اسلئے مولانا پاک

بھارت حکومتوں کے مابین اچھے تعلقات کے خواہاں تھے انکی دانست میں ان دونوں ملکوں کے مابین کشیدگی بھارت کے مسلمانوں کیلئے پریشانی کاباعث بنتی ہے۔ یہی پریشانی بھارتی مسلمانوں کے تعلیمی اور دیگر رفاہی کاموں میں رکاوٹ کا سبب بھی ہوتی ہے۔ ۱۹۷۸ء میں مولانا کی ملاقات اس وقت کے حکمران شہید جنرل محمد ضیاء الحقؒ سے ہوئی تو مرحوم نے آپ سے کہا "مولانا میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں" مولانا نے صدر پاکستان کے اس سوال کے جواب میں فرمایا۔ "سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ آپ ہندوستان سے اچھے تعلقات رکھیں تاکہ ہم اطمینان سے معتدل اور پر سکون ماحول میں اپنے تعمیری، تعلیمی ورفاہی کام انجام دے سکیں۔

مولانا کی والدہ محترمہ نے انکو آغاز تربیت میں ایک تلقین کی تھی۔ اللھم اتنی بفضلك افضل ماتئوتی عبادك الصلحین۔ اے اللہ مجھے اپنے فضل سے وہ بہتر سے بہتر عطا فرما جو اپنے نیک بندوں کو عطا فرمایا کرتا ہے۔ مولانا کے بقول آپ اس دعا کو خوب پڑھتے۔ یہ اسی دعا کا ثمر تھا کہ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے پورے عالم اسلام میں وہ مرتبہ و مقام عطا فرمایا جو بیسویں صدی کے کسی اور شخص کے حصہ میں نہ آسکا اس مرتبہ و مقام کے باوجود آپکی طبعیت میں عاجزی وانکساری انتہا کی تھی۔ کیونکہ تواضع، عاجزی وانکساری علم کا خاصہ ہے مولانا علی میاں اس کا پیکر تھے۔ دیکھنے والے کو ایک عام شہری بزرگ نظر آتے۔ روایتی علما کا رکھ رکھاؤ کروفر نام کو نہ تھا۔ اسکا اظہار اپنی تحریروں میں بھی فرماتے۔ اہل علم کو بخوبی معلوم تھا کہ سیرۃ النبی ﷺ کی تکمیل مولانا ابوالحسن علی ندوی کے استاد مولانا سید سلیمان ندویؒ نے کی تھی جسکی چھ جلدیں تو پہلے طبع ہوئیں لیکن ساتویں جلد کا مسودہ کئی برس تک پڑا رہا۔ اور تقریباً نصف صدی کے بعد دارالمصنفین نے شائع کیا۔ طباعت سے قبل ناظم دارالمصنفین سید صباح الدین عبدالرحمان نے مولانا ابوالحسن علیؒ سے فرمائش کی کہ وہ اس کا دیباچہ لکھیں مولانا انکار فرماتے رہے کہ استاد کی کتاب پر دیباچہ لکھنا سوء ادب بھی ہے اور جسارت بھی۔ تاہم اصرار بالتکرار پر مولانا ندوی آمادہ ہوگئے اور اسمیں لکھا: "سید صاحب کی تصنیف پر میرا مقدمہ لکھنا آثار قباحت میں سے ہے لیکن چونکہ یہ کتاب ناتمام اور مختصر ہے، اس لئے ناقص کا اس پر کچھ لکھنا قابل عفو ودرگزر ہے۔ ع دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

اس مقدمہ نگاری کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے مولانا کو ایک لاکھ روپے کا عطیہ

دیا لیکن مولانا نے حکومت پاکستان کو خط لکھا کہ میں اس قدردانی کا مستحق نہیں۔ اس عطیہ کا نصف حصہ دارالمصنفین اعظم گڑھ کو اور بقیہ نصف مولانا سید سلیمان ندویؒ کی زوجہ محترمہ جو اسوقت کراچی میں مقیم تھیں کو دے دیا جائے۔ حکومت پاکستان نے رقم مولانا کی خواہش کیمطابق تقسیم کی۔ عالم اسلام کے سربراہان خود ان سے ملنے کی خواہش کرتے ان کیلئے ہر طرح کی آسائش مہیا کرنے کی درخواست کرتے لیکن آپ عالمانہ رجائیت کیساتھ شکریہ ادا کرتے اور کسی ایسی پیشکش کو قبول نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے مرشد کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کی غرض سے پاکستان تشریف لائے۔ یہ قبر سرگودھا کے نواح میں ڈھڈیاں قصبہ میں ہے۔ جنرل ضیاء الحق کو معلوم ہوا تو انہوں نے ہوائی جہاز مہیا کرنے کی پیشکش کی لیکن مولانا نے قبول نہ فرمایا۔ اور بذریعہ ٹرین سرگودھا کا سفر کیا۔

مولانا کے اوصاف حمیدہ اور خصائل جمیلہ میں ایک بہت بڑا وصف یہ تھا کہ آپ ہر کس و ناکس کے خط کا جواب ضرور تحریر فرماتے۔ اس معاملے میں اعلیٰ وارفع ادنیٰ کا پیمانہ نہیں رکھتے تھے۔ اس عاجز نے مولانا کو لکھا کہ میں ماہنامہ التجوید کا قاری عبدالباسط نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں۔ میری خوش بختی ہوگی اگر آپ اس حوالے سے کچھ تحریر فرمادیں آپ نے جواب میں لکھا:

لکھنؤ

باسمہ تعالیٰ

مکرمی! زید لطفہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج بخیر ہونگے۔ آپکا مکتوب ایک سفر سے واپسی پر بہت تاخیر سے ملا ہماری تحریر کا ایک اقتباس تجوید سے متعلق ہے وہ ہم آپ کو بھیج رہے ہیں۔ آپ اسکو اپنے ماہنامہ میں شائع کر سکتے ہیں۔ کسی مستقل مضمون کا یہ موقع نہیں اور نہ ہی ہماری صحت اور مشغولیت میں اسکی گنجائش ہے۔

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام علىٰ سيد المرسلين و خاتم النبيين واله وصحبه اجمعين ۔ اما بعد قرآن مجید کی آیات و رتّل القرآن ترتيلا (اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو کہ ایک ایک حرف الگ الگ ہو) سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ حروف کے صحیح مخارج اور جس زبان میں یہ نازل ہوئی ہے۔ اسکے طریق ادا کی رعایت کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اہتمام کیساتھ احترام' سکون اور موثر طریقے پر پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ یہ ایک تاریخی کتاب اللہ کی عظمت کا تقاضا اور توفیق الٰہی کا نتیجہ ہے کہ اللہ کے

اس آخری، دائمی اور مقبول ترین کتاب کیساتھ اس اللہ نے (جس کے پیغمبر اور اللہ کے آخری نبی پر یہ صحیفہ نازل کیا گیا) جس توجہ اور اعتناو احترام اور اسکی ادائی و فاداری کا ثبوت دیا گیا۔ اس کی نظیر (مذاہب کے تقابلی مطالعہ اور علمی و مذہبی تاریخ کی روشنی میں) کسی امت پر اس مذہب کے پابند اللہ کا نازل کیا ہوا صحیفہ اور اپنے مذہب کی سب سے زیادہ محبوب محترم اور مقدس کتاب سمجھتے ہیں۔

اسکی ایک دلیل اور ثبوت علم تجوید کا پیدا ہونا اور اسکے ساتھ امت اور اسکے علماء و حفاظ اور قراکا افہام و اعتناء اور اس کے سلسلہ میں تدقیق تحقیق اور تصنیف و تالیف ہے جسکی نظیر کسی دوسری امت، مذہب اور تصنیفی تاریخ میں نہیں ملتی اور یہ سب در حقیقت انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کی تفسیر ہے۔ اور اس آیت کے تحقق اور صداقت کے دائرہ میں آتی ہے۔

والسلام مخلص ابوالحسن علی ندوی

مولانا فکری اعتبار سے اس بات کے قائل تھے کہ کتابی علم ضروری ہے لیکن کافی نہیں کتابی علم معلومات کی حد بندیوں تک محدود رہتا ہے لیکن انسان کو باطنی طہارت اور تعمیر اخلاق کی راہوں پر ڈالنا اس کے بس میں نہیں جبکہ تعمیر اخلاق و سیرت ہی اصل علم ہے اس مقصد کے حصول کے خاطر کتابی علم کیساتھ ساتھ کسی اہل نظر کی صحبت نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ کتاب خبر تو دیتی ہے لیکن تطہیر باطن نہیں کرتی۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

انکے نزدیک کسی اہل نظر کی صحبت ہی انسان کو معراج انسانیت سے ہم کنار کرتی ہے چنانچہ آپ نے سلوک کی منازل طے کرنے کیلئے بر صغیر پاک و ہند کی عظیم روحانی شخصیت مولانا عبدالقادر درائے پوریؒ سے رشتہ استوار کیا۔ آپ ہفتوں نہیں مہینوں انکی صحبت میں رہے۔ ملکی و غیر ملکی اسفار میں بھی یہ ساتھ رہتا۔ مولانا رائے پوری پاکستان تشریف لاتے تو علی میاں تقریباً ہمیشہ ساتھ ہوتے۔ مرشد کی معیت میں آپ متعدد مرتبہ لائل پور جو اب فیصل آباد ہے تشریف لائے۔ آپکا قیام اپنے مرشد کے ہمراہ خالصہ کالج کی مسجد میں ہوتا تھا۔ بحمدللہ راقم کو بھی اس دوران کثرت سے علی میاں کی صحبت اٹھانے کے مواقع میسر آئے۔ مرحوم کو قریب بلکہ بہت ہی قریب سے دیکھا۔ ایک مرتبہ انکے مرشد نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال

کرے گا عبدالقادر کیا لائے ہو۔ تو میں دو آدمیوں کے نام لونگا ایک منظور احمد نعمانی اور دوسرے ابوالحسن علی ندوی۔ مولانا علی میاںؒ تحریکی ذہن رکھنے والے عالم باعمل تھے۔ یہ ذہن آپکو اپنے مورث اعلیٰ جدِ امجد حضرت احمد شہید سے ورثہ میں ملا تھا۔ آپ دین و شریعت کو غالب علی کل غالب دیکھنے کے متمنی ہوتے۔ آپ نے جب شعور کی آنکھ کھولی تو بر صغیر مختلف تحریکوں کی آماجگاہ تھا۔ ان تمام تحریکوں پر آپ کی نظر بڑی گہری تھی۔ ان تحریکوں میں ایک تحریک خاکسار کے نام سے اٹھی جس کے بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی تھے۔ مولانا کی فکر اس تحریک اور بانیء تحریک کیساتھ مطابقت نہ رکھتی تھی انکا خیال تھا کہ اگر اس تحریک اور بانیء تحریک کے نظریات کا راستہ نہ روکا گیا تو بہت سے مسلمان اسلام کے نام پر غیر اسلامی نظریات غیر شعوری طور پر قبول کرلیں گے۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے مولانا منظور نعمانی کو اپنے ساتھ ملایا اور علماء کی تائید و توثیق حاصل کرنے کی خاطر ملک کے دور دراز علاقوں کا دورہ کیا۔ اسی غرض سے آپ نے فورٹ سنڈیمن کا سفر بھی کیا کیونکہ وہاں انکے دوست مولانا عبدالواحد رہتے تھے۔ عالم ہونے کیساتھ انگریزی ادبیات میں انہوں نے ایم۔ اے پاس کرر کھا تھا۔ اسی سفر میں آپ نے لاہور میں مولانا مودودیؒ سے بھی ملاقات کی۔ رائے پور میں آپ مولانا عبدالقادر رائے پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس زمانے میں مولانا الیاسؒ کی تبلیغی جماعت اپنے ابتدائی مراحل میں تھی اس جماعت کے اغراض و مقاصد جاننے کیلئے آپ دہلی نظام الدین اولیاء تشریف لے گئے مولانا الیاسؒ سے ملاقات کے بعد آپ نے اپنی تمام صلاحیتیں اس جماعت کی نصرت و حمایت کیلئے وقف کر دیں۔ مولانا الیاسؒ کی رحلت کے بعد آپ نے مولانا الیاسؒ اور انکی دینی دعوت کے عنوان سے ایک مستقل کتاب بھی لکھی جو علمی حلقوں میں بہت مقبول ہے۔ غلبہ دین کے حوالے سے آپ کی نظر صرف بر صغیر تک محدود نہ تھی پورے عالم خصوصاً عالم اسلام میں غیر اسلامی نظریات کے اثر و نفوذ کو بھی بنظر غائر دیکھتے اور نہی عن المنکر کے حوالے سے تدارک کا انتظام فرماتے تھے۔ عالمی سطح پر ادب کے حوالے سے لادین عناصر کی حجقہ بندی کو مولانا بھانپ چکے تھے انہیں اس بات کا بخوبی علم تھا کہ دین اسلام سے محبت رکھنے والے ادباء و شعراء کی بھی دنیا میں کمی نہیں تاہم رابطہ کے فقدان کے سبب ایسے ادیبوں کی آواز ہوا کا حصہ بن کر رہ جاتی ہے اور حجقہ بندی کے سبب لادین نظریات کو

قارئین کے ہاں زیادہ پزیرائی ملتی ہے اور اس طرح لادین نظریات دینی رحجان والے ادیب وشاعر حضرات میں بھی سرایت کرتے ہیں۔

اس خطرے کے پیش نظر مولانا ابوالحسن علی ندوی نے عالمی سطح پر تنظیم قائم کی جسکا نام عالمی رابطہ ادب اسلامی رکھا اس تنظیم کی شاخیں تقریباً تمام اسلامی ملکوں میں قائم ہوئیں۔ ۱۹۹۷ء میں اسلامی رابطہ اسلامی کا سالانہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں مولانا خود شرکت کیلئے تشریف لائے۔ صدر پاکستان نے صدارت کی۔ بھلا موت سے کسے مفر ہے۔ جو آیا اس نے دنیا میں بسنا چاہا مگر بس نہ سکا۔ اسے جانا ہی پڑا۔ اللہ نے کہا دنیا رہنے کیلئے نہیں اجڑنے کیلئے ہے آج نہیں تو کل ہر ایک کو جانا ہے۔ کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال و الاکرام دوام تو بس ایک ہستی کو حاصل ہے وہ ہستی اللہ کی ہے۔ ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: کن فی الدنیا کانك غریب دعا بر سبیل دنیا مسافر خانہ ہے یہاں مسافروں کی طرح رہو۔ کتنے بھولے ہیں وہ لوگ جو دنیا میں لمبی منصوبہ بندی کرتے ہیں بھلا پلیٹ فارم پر بھی کسی نے پختہ مکان تعمیر کیا ہے کاش اس حقیقت کو اہل دنیا سمجھ لیں یہی ایک سبق ہے جو اہل دنیا کی عقل میں نہیں آتا۔ اس سبق کو پڑھانے سمجھانا اور دل میں بٹھانے کیلئے اللہ نے رسول بھیجے ہیں۔ انبیاء وارث علماء بھی اس سبق کو پختہ کرانے کا جتن کرتے ہیں لیکن اہل دنیا بندگان فدا حرص وہوا۔ ایسے غبی الذہن ہیں کہ یہی ایک سبق یاد نہیں رہتا دِرہم ودِنیار کا حساب بھولے سے بھی نہیں بھولتا لیکن احتساب اخروی بھولے سے بھی یاد نہیں آتا۔ مولانا ایسی شخصیت برسوں نہیں صدیوں میں پیدا ہوا کرتی ہے۔ آپ نے حیات مستعار کے پچاسی برس دنیا میں گزارے اور بانِ حال سے یہ کہتے ہوئے آسودۂ خاکِ رحمت الٰہی ہوگئے۔

.............O☆O.............

خط و کتاب کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

مولانا حکیم محمد عمر صاحب
ہوتی۔ مردان

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی کرامت

1946 میں جبکہ بندہ مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھتا تھا ایک دن عصر کی نماز کے بعد اپنے سرپرست چچا حضرت مولانا دوست محمد صاحب مرحوم کے ہمراہ جو کہ اس سال دورہ حدیث میں پڑھتے تھے' محلّہ قصاباں سہارنپور کی مسجد کے پیش امام مولانا حاجی اکبر صاحب ہزاروی سے ملنے کے لئے گئے جو کہ بزرگوار مولانا دوست محمد صاحب کے دورۂ حدیث میں ہم سبق تھے' تو میں نے دیکھا کہ محلّہ کے تمام گھروں پر مسلم لیگ کے پرچم لگے ہوئے تھے' جو کہ بندہ نے محسوس کیا مگر اظہار نہ کیا۔ اور اسی رات کو عشا کے بعد جوبلی باغ میں جہاں اکثر جلسے ہوا کرتے تھے۔ جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام منعقدہ جلسہ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی تقریر تھی تو ہم بھی تقریر سننے کے لئے چلے گئے' تو اتفاقاً پھر دوسرے دن عصر کی نماز کے بعد ہم مسجد محلّہ قصاباں کے پیش امام مولانا حاجی اکبر صاحب سے ملنے کیلئے چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ تمام محلّہ کے سارے گھروں پر جمعیت علمائے ہند کے پرچم لگے تھے تو بندہ کو غیر معمولی حیرت ہوئی اور بزرگوار حضرت مولانا دوست محمد صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کیا عجیب واقعہ ہے کل سارے محلے کے گھروں پر مسلم لیگ کے جھنڈے اور آج سارے محلے کے گھروں میں جمعیت علماً کے پرچم ہیں۔ توانہوں نے فرمایا کہ یہ تو کل رات ایک واقعہ ہوا تھا جب مولانا مدنی صاحب جلسے میں تقریر فرما رہے تھے اور انکو سہارنپور سٹیشن سے ایک بجے کی گاڑی میں دہلی لے جا کر وہاں سے بذریعہ جہاز سلہٹ جانا تھا۔ وہاں سلہٹ میں صبح آٹھ بجے انکی تقریر تھی (اور الیکشن کے لئے تیاریاں جوش و خروش سے ہو رہی تھیں) لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے تقریر کا موضوع پورا کر کے گاڑی کو نہ پہونچنے کا (خطرہ) خدشہ پیدا ہو گیا' تو کانگریس کے صدر نے جو کہ سٹیج پر موجود تھے کہہ دیا کہ آپ فکر نہ کریں اور تقریر

پوری کریں میں اپنی موٹر پر آپکو جہاز کے لئے دہلی لے جانے کا انتظام کرتا ہوں۔ جب مولانا مدنی صاحب تقریر سے فارغ ہو کر موٹر میں دہلی کو روانہ ہو گئے تو شہر سے باہر چند میل کے فاصلہ پر آبادی سے دور سڑک پر ایک موٹر کھڑی تھی اور اسمیں دو آدمی تھے۔ جنہوں نے مولانا صاحب کے جانے کیلیئے راستہ بند کیا تھا کہ مولانا صاحب کو روک دیں گے اور پیچھے سے قصائی مسلح مسلم لیگی نوجوان زیادہ تعداد میں بذریعہ بس روانہ ہو گئے کہ آگے راستے میں رکے ہوئے مولانا مدنی پر سب حملہ کر کے قتل کر دیں گے۔ ادھر مولانا مدنی صاحب جب مسلم لیگیوں کی موٹر کے قریب پہنچ کر رک گئے اور وہ دونوں مسلم لیگی آدمی اپنی موٹر سے باہر کھڑے تھے۔ تو مولانا مدنی صاحب فوراً اپنی موٹر سے اتر کر انکی موٹر میں بیٹھ گئے پھر جب انہوں نے دیکھا تو دونوں موٹروں میں مولانا مدنی صاحب بیٹھے تھے تو وہ دونوں آدمی گھبراہٹ کی وجہ سے اپنی موٹر کے قریب ہی نہیں جا سکتے تھے ادھر دیوبند کے طلبہ جو کہ مولانا مدنی کے ہمراہ جلسہ کے لئے آئے تھے ۔ انکو اطلاع ہو گئی تو وہ بھی فوراً مسلح ہو کر دوسری بس کے ذریعہ روانہ ہو گئے۔ تو شہر سے باہر کچھ فاصلہ پر دیکھا کہ وہ قصائی مسلم لیگیوں کی بس راستہ میں پنکچر کھڑی ہے لیکن یہ طلبا کسی قسم کے تعرض کے بغیر آگے چلے گئے کہ مولانا صاحب تک پہنچ جائیں۔ آگے چل کر حضرت مولانا صاحب موٹر سے اتر گئے طلبا مطمئن ہو گئے کہ مولانا صاحب کو صحیح سلامت پایا' پھر مختصر گفتگو کے بعد مولانا صاحب نے طلباً سے فرمایا کہ یہ (مسلم لیگیوں کی) موٹر (جو کہ پنکچر تھی لیکن ان مسلم لیگیوں کو خبر نہ تھی) اپنے ساتھ بس کے ساتھ باندھ کر لے چلو اور راستے میں جو پنکچر شدہ بس ہے اسکو بھی باندھ کر ساتھ لے چلو۔ مگر یاد رکھو کہ انکو کسی قسم کی تکلیف آپکی طرف سے نہ پہونچے تو اس معاملہ سے وہ مسلم لیگی قصابان متاثر ہو کر سب کے سب جمعیت میں شامل ہو گئے۔

......O☆☆O......

دارالعلوم کے شب و روز .... شفیق الدین فاروقی

افغان حکومت اور شوریٰ کے نائب صدر مولانا عبدالکبیر حقانی کی دارالعلوم تشریف آوری :
گزشتہ دنوں تحریک طالبان کے اہم حکومتی عہدیدار اور عظیم مجاہد مولانا عبدالکبیر فاضل دارالعلوم حقانیہ کئی علماء اور افغان حکومت کے اہم ارکان سمیت دارالعلوم تشریف لائے۔ آپ نے دارالعلوم حقانیہ کے مختلف نئے شعبہ جات کا تفصیلی معائنہ کیا۔ مولانا عبدالکبیر حقانی افغانستان کے شوریٰ کے نائب صدر بھی ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ صوبہ ننگرھار جلال آباد کے گورنر بھی۔ آپ نے نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق صاحب کی رہائش گاہ پرانی سے تفصیلی ملاقات کی۔ اس موقع پر مولانا حامد الحق صاحب اور دیگر اساتذہ اور علماء کرام بھی موجود تھے۔

سپاہ صحابہ کے صدر مولانا اعظم طارق کی دارالعلوم تشریف آوری :- اسی طرح گزشتہ ہفتے سپاہ صحابہ پاکستان کے صدر اور معروف عالم دین مولانا اعظم طارق صاحب اپنے ساتھیوں سمیت دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ آپ نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے انکی رہائش گاہ پر تفصیلی ملاقات کی۔ دوران ملاقات ملک کی سیاسی اور عالمی صورتحال پر تفصیلی تبادلہ خیال ہوا۔ بعد میں آپ نے دارالعلوم کی جامع مسجد میں طلباء سے خطاب بھی فرمایا۔

معروف بین الاقوامی امریکن نیوز ٹی وی چینل سی این این (CNN) ٹیم کی دارالعلوم آمد دارالعلوم کی عظیم خدمات اور اسکے عالمی کردار کے باعث حسب سابق عالمی اور خصوصاً مغربی میڈیا کے نمائندے لگاتار حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے انٹرویوز لینے اور دارالعلوم کو دیکھنے کیلئے مسلسل آرہے ہیں۔ اسی سلسلے میں امریکہ کے معروف اور سب سے مقبول نیوز ٹی وی چینل سی این این کی ٹیم بھی گزشتہ دنوں دارالعلوم حقانیہ آئی۔ اور حضرت مولانا سے دی ورلڈ ٹوڈے (The World Today) پروگرام کیلئے تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ انٹرویو پروگرام کی سینئر نیوز پروڈیوسر مسز نینسی لین (Nancy Lane) اور ڈیوڈ ایس رسٹ (David S. Rust) اور انکے ساتھی نے ریکارڈ کیا۔ بعد میں آپ نے دارالعلوم کے مختلف کلاسوں اور اساتذہ اور طلباء سے انٹرویوز بھی لئے۔ یہ

پروگرام اکتوبر کے مہینے میں نشر کیا جائے گا۔ یہ پروگرام پاکستان اور ہندوستان کے کردار اور انکے باہمی تنازعات کے حوالے سے ریکارڈ کیا گیا ہے۔ امریکہ کے نئے صدارتی الیکشن کے امیدواروں کے سامنے یہ پروگرام رکھا جائے گا۔ امریکہ کی خارجہ پالیسی کے متعلق نئے صدارتی امیدواروں کے لئے یہ پروگرام کسوٹی کے مترادف ہے۔

<u>معروف امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کی بیورو چیف مسز پامیلا کانسٹیبل کی دارالعلوم آمد :-</u> گزشتہ ماہ امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کی بیورو چیف قندہار اور کابل کا دورہ کرنے کے بعد سیدھا دارالعلوم حقانیہ آئیں۔ آپ نے مولانا مدظلہ سے تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ انٹرویو میں خصوصیت کے ساتھ تحریک طالبان کے کردار اسکے مستقبل' پاکستان کے دینی مدارس کے کردار' مسلم "دہشت گردی" وغیرہ جیسے حساس موضوعات موضوع گفتگو بنے رہے۔ یہ انٹرویو واشنگٹن پوسٹ میں جون میں شائع ہو چکا ہے۔ بعد میں بی بی سی (BBC) ورلڈ نے بھی اس انٹرویو پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ اور اس کے علاوہ پاکستان اور دیگر عالمی اخبارات نے اس انٹرویو کو نمایاں کوریج دی۔

<u>برازیل کے نیشنل ٹی وی چینل کے نمائندوں کی دارالعلوم آمد :</u> جون کے اوائل میں ساؤتھ امریکہ کے ملک برازیل کے نیشنل ٹی وی چینل کی تین رکنی ٹیم دارالعلوم حقانیہ تشریف لائی۔ انہوں نے دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کیا۔ اور حقانیہ کے ہائی سکول میں خصوصی دلچسپی لی۔ بعد میں ٹیم نے مدیر الحق مولانا راشد الحق سمیع صاحب سے تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ انٹرویو میں عظیم مجاہد اسلام شیخ اسامہ بن لادن' تحریک طالبان' دینی مدارس کے نصاب' توہین رسالت کا قانون' اور بنیاد پرستی کے متعلق سوالات کئے گئے۔ یہ انٹرویو اگست میں نشر کیا جائے گا۔

<u>امریکی اخبار "نیویارک ٹائمز" کی دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں خصوصی اشاعت :-</u> اسی طرح ۲۵ جون کو نیویارک ٹائمز کے سنڈے میگزین کے معروف صحافی جیفری گولڈ برگ نے دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں تفصیلی رپورٹ شائع کی ہے۔ یہ رپورٹ اور انٹرویو اب تک دارالعلوم کے متعلق شائع ہونے والے مواد میں سب سے زیادہ ضخیم اور ٹھوس رپورٹ ہے۔ جو قسط وار شائع ہو رہی ہے نیویارک ٹائمز کی یہ رپورٹ پاکستانی اخبار "ڈان" میں بھی شائع ہوئی اور بعد

میں اردو کے اخبارات میں بھی اسکی تھوڑی سی کوریج شائع ہوئی۔ لیکن انگریزی اخبار ”دی نیشن“ اتوار دو جولائی نے نیویارک ٹائمز کے حوالے سے اس انٹرویو کی پہلی قسط مکمل ایک صفحہ پر پیش کی ہے۔ قارئین کے استفادہ کیلئے آئندہ ماہ اسکا ترجمہ اور اسکی تلخیص ماہنامہ الحق میں پیش کی جائیگی۔

لبنان کے معروف ٹی وی چینل ”المستقبل“ کا دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں پروگرام ۲۴ جون بروز ہفتہ کو لبنان کی معروف ٹی وی چینل ”المستقبل“ نے دارالعلوم حقانیہ اور تحریک طالبان کے بارے میں تفصیلی ڈاکومنٹری پروگرام نشر کیا۔ اس سے قبل قطر اور عالم عرب کے مقبول عالمی ٹی وی چینل ”الجزیرہ“ نے بھی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا مفصل انٹرویو نشر کیا تھا۔ ان سے عالم عرب میں تحریک طالبان اور دینی مدارس کو سمجھنے کا ایک اچھا موقع فراہم ہوا ہے۔

انگلینڈ کے دی گارڈین اخبار کے بیورو چیف کی آمد: ۴ جولائی کو دارالعلوم حقانیہ انگلستان اور مغرب کے مشہور زمانہ اخبار ”دی گارڈین“ (The Guardian) برصغیر کے بیورو چیف مسٹر روری (Rory McCarthy) تشریف لائے۔ آپ نے دارالعلوم حقانیہ کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کیا۔ اور طلباء سے انٹرویوز لئے۔ بعد میں آپ نے مدیر الحق مولانا راشد الحق سے تفصیلی انٹرویو لیا۔ انٹرویو میں خصوصیت کیساتھ دینی مدارس کے نظام تعلیم، مدارس اسلامیہ کا تاریخی پس منظر اور موجودہ حکومت کا مدارس کے بارے میں نئی پالیسیوں کے بارے میں خصوصیت کیساتھ سوالات کئے گئے۔

دارالعلوم حقانیہ کے سامنے دوسری سڑک کی تعمیر اور دارالعلوم حقانیہ کا بے مثال ایثار: جیسا کہ قارئین جانتے ہیں کہ دارالعلوم حقانیہ اپنے قیام اول سے ہی قومی شاہراہ جی ٹی روڈ کے بالکل متصل قائم ودائم ہے۔ جہاں جی ٹی روڈ کی قربت کے فوائد ہیں وہیں اسکے بے شمار نقصانات بھی ہیں۔ شور، دھوئیں اور ہر وقت دوران تدریس گاڑیوں کے ہارن بجتے رہتے ہیں جس سے طلبا کے درس میں خلل پڑتا ہے۔ اب قومی شاہراہ کو ڈبل وے میں تبدیل کیا جارہا ہے۔ چونکہ یہ دوسری سڑک دارالعلوم کے عین سامنے سے گذر رہی ہے۔ اسلیئے دارالعلوم نے بھرپور ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے باغیچوں اور اطراف کا کافی حصہ قومی جذبے اور عوام کی سہولت کے پیش نظر خوشی سڑک کیلئے دے دیا ہے۔

۶۰۰

مولانا محمد ابراہیم فانی

ہائے شہادت مولانا محمد یوسف شہیدؒ

۱۴۲۱ء

بہر باطل برقِ خاطف تیغ برانی نماند
حجت و برہان حق آں سیف ربانی نماند
بر شہادت فاخرہ فائز شدہ بر فضل رب
آں شہنشاہ قلم آں شیر یزدانی نماند
عالم یک بے بدل کو صاحب کردار بود
خوب سیرت درزماں آں یوسف ثانی نماند
بر فراق اوہمہ پیر و جواں گریہ کناں
واسطے مستر شدیں آں پیر نورانی نماند
آں ادیب بے عدیل و جامع شرع و طریق
جسم تقوی و تقدس عکس ایمانی نماند
گل شدہ صد حیف اللہ شمع جمع قدسیاں
وائے حسرت آں چراغ بزم روحانی نماند
یا الہٰ العالمینا محشرستاں شد زمین
حسرتا وا حسرتا آں مرد حقانی نماند
* با محمد مرحبا مغفور شد تاریخ او
۹۵ ۱۳۲۶
ہائے بادنیائے فانی شیخ سبحانی نماند

۱۴۲۱

چوں کہ رحلت کرد حضرت یوسف لدھیانوی
قوت صبرے خدایا در دلِ فانی نماند

* در شعر ہشتم در مصرعہ اول از با محمد مغفور واز مصرعہ ثانی تکمیل سن شہادت ۱۴۲۱ھ حاصل میشود (فانی)

صاحبزادہ حافظ محمود قاسم قاسمی
جامعہ قاسم العلوم، بہاولنگر

مسلم ممالک میں این جی اووز کا گھناؤنا کردار

صیہونی سنڈیکیٹ بارہ یہودی راہنماؤں پر مشتمل ہے اور عالمی صہونی یعنی ورلڈ زائینسٹ آرگنائزیشن کے ذریعے دنیا بھر میں تمام یہودیوں کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے اس تنظیم کے ایجنٹ دنیا کے ہر ملک میں موجود ہیں اور اسلامی ممالک میں یہ تنظیم مختلف این جی اووز کو رقم فراہم کرتی ہے اور یہ این جی اووز اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتی ہیں اور ہر اسلامی شق کو انسانی حقوق کے متصادم قرار دیتی ہے۔ اور این جی اووز کو میڈیا کے ذریعے پاپولر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اخبارات خصوصاً انگلش رسالے، ٹیلی ویژن، ریڈیو اسٹیشن، چینلز کے ذریعے پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور رسائل، عرب نیوز، گلف نیوز، لندن ٹائمز حتی کہ پاکستان مین بھی کئی اخبارات و رسائل ان کی پروپیگنڈہ مہم کا حصہ ہیں۔ پی ٹی این اور سی این این پوری دنیا میں ان این جی اووز کی گمراہ رپورٹوں کو بنیاد بنا کر ملک و اسلامی تعلیمات کے خلاف گمراہ کن انفارمیشن (disinformation) پھیلاتے ہیں۔ یہودی ایجنٹ ہر اسلامی ملک میں تمام اہم شعبوں اور سروسز مثلاً مواصلات، ٹیلی فون، ٹرانسپورٹ، بجلی، گیس پانی بینکنگ اور ترقیاتی منصوبہ بندی وغیرہ کو پرائیویٹ سیکٹر میں دے کر یعنی پرائیویٹائز (privatise) کرا کے بین الاقوامی کمپنیوں (Miltinationals) کے کنٹرول میں دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ کیونکہ یہ کمپنیاں اور ادارے یہودیوں کے قبضے میں ہیں۔ اور تمام اسلامی ممالک میں لادینی Secualr نظام تعلیم کو اسلامی نظام تعلیم کی طرح رائج کروانا اور صہیونی، معاشرتی اقدار جو کہ مادر پدر آزاد، جنسی آزادی و عورتوں اور بچوں کی خود مختاری، عریانی، فحاشی، اوباشی ہر قسم کے اخلاقی بند سے آزادی اور گھریلو نظام زندگی کے خاتمے کے اصولوں پر قائم کرنا یہودی تنظیم کے ان تمام منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ این جی اووز ایجنٹ کا کام کرتی ہیں۔ اور یہ این جی اووز ملک کے کلیدی عہدوں پر کام کرنے والی شخصیات کو پختہ گمراہ کن انفارمیشن (Convincing Disinfor-mation) دینے کیلئے بہت زیادہ دجل و فریب سے کام لیتی ہیں بعض این جی اووز افواج پاکستان اور اسلام کے خلاف کام کر رہی ہیں اور ملکی نظریاتی سرحدوں کے خاتمہ کیلئے دن رات ایک کئے ہوئے

ہیں۔ حال ہی میں بدنام زمانہ پاکستانی میڈونا عاصمہ جہانگیر عورتوں کے ایک وفد کو بھارت لے کر گئیں۔ ہزاروں مسلمان مردوں نوجوانوں اور مسلمانوں دوشیزاؤں کی عزتوں سے کھیلنے والی بھارتی فوج پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں۔ مذہب اسلام کے خلاف نہایت ہی غلیظ ریمارکس دیئے اور شہداء کشمیر و کارگل کا مذاق اڑایا۔ جسونت سنگھ اور دیگر رہنماؤں سے بغل گیر ہوئیں۔ اور ملک کی نظریاتی سرحدوں کو ختم کرنے کے لئے کوششیں کرنے کا اعلان کیا۔ یہ سارا کھیل یہودی لابی کے کہنے پر کھیلا جارہا ہے ان تمام این جی اووز کی اکثریت 'دہریوں' لادین 'ملک دشمن' سامراجی یہودی طاقتوں کے غلاموں سوشلزم ' کیمونزم اور قادیانیوں کے پیروکاروں پر مشتمل ہے۔ پاکستانی مصنوعات پر پابندی چائلڈ لیبر کا الزام لگا کر انہوں نے لگوائی۔ اور غریب 'نادار عورتوں کو بہلانے کے لئے اور ان کو اسلامی تعلیمات سے برانگیختہ کرنے کے لئے کام کررہی ہیں اور یہ این جی اووز اسرائیل 'امریکہ اور بھارت کے لئے جاسوسی بھی کرتی ہیں کچھ این جی اوز ہمارے اسلامی کلچر اور تہذیب و تمدن کو تبدیل کرنے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ اس وقت فوجی دور حکومت میں ملک کے اہم ریاستی اداروں پر پوری طاقت سے این جی اووز مافیا اپنے خونی پنجے گاڑ رہا ہے اور حکومت این جی اور نمائندں کے ذریعے اپنے چلائی جارہی ہے۔ ملک کے ریٹائرڈ بیورو کریٹ فوجی افسران ریٹائرڈ ججوں کی بیگمات مغرب سے کروڑوں روپے لے کر این جی اووز چلا رہی ہیں اور یہودی غریب مسلمان ممالک پاکستان 'افغانستان اور بنگلہ دیش میں این جی اووز کے ذریعے نظریات اور فکر کو مسلط کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ آئی ایم ایف غیر مسلم حکومتی قوتوں کو ہماری قوم سے اتنی محبت نہیں کہ وہ ہماری فلاح پر کروڑوں عربوں روپے خرچ کرے۔ اگر انکا جذبہ نیک نیتی پر مبنی ہے تو وہ کشمیر بوسینا' کوسوو 'بلغاریہ چیچنیا میں عوام کی مدد کریں۔ یہ این جی اووز افغانستان کی مہاجر بستیوں اور پاکستان کے صوبہ بلوچستان اور سندھ کے دور دراز علاقوں میں مسلمانوں کو عیسائی قادیانی بنانے کی کوشش کررہی ہیں۔ اور انسانی حقوق کا نعرہ لگا کر اسلامی شعائر کا مذاق اڑارہی ہیں۔ مدارس عربیہ جہادی تنظیموں کے خلاف یہودی 'امریکی پیسے کے حصول کیلئے پروپیگنڈہ کررہی ہیں۔ ان لادین این جی اووز کے مذموم عزائم کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ علماء و مدارس عربیہ ہیں۔ علماء مدارس عربیہ کا ساتھ دیں تاکہ یہودی لابی کی ایجنٹ این جی اوز اپنے مذموم عزائم میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

عوام' خواص' حکام' علماء مذہبی جماعتوں کو سامراجی قوتوں کی آلہ کار این جی اوز کی خفیہ کاروائیوں پر کڑی نظر رکھنی چاہیے۔

............()()()()............

۶۰۳

مولانا حافظ محمد صدیق ارکانی، کراچی

بر صغیر میں مسلمانوں کی آمد کے سلسلے میں تاریخی غلطی کا ازالہ

اس مضمون کا مقصود ایک اہم غلط فہمی کا ازالہ اجتماعی تاریخی غلطی کی درستگی اور عام مورخین کی بے حسی کا بیان کرنا ہے ستم ظریفی سے تعبیر کریں یا بد نامی کا عنوان دیں کہ عام مورخین کا کہنا ہے۔پاکستان، ہندوستان اور ارکان برما (جنوبی ایشیا) میں سب سے پہلا حجاج بن یوسف (قيل فيه انه ظالم هذه الامة) کے بھتیجے سترہ سالہ نوجوان جرنیل محمد بن قاسم آئے۔اس سے پہلے کسی بھی مسلمان کی آمد کی اطلاع اور تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ مستند تاریخ بتاتی ہے کہ اس سے بہت پہلے ان علاقوں میں صحابہ کرامؓ تشریف لاچکے ہیں۔ چند شواہد اور دلائل پیش خدمت ہیں۔ (۱) کتاب ''ارمغان اسرائیل'' کے مصنف کہتے ہیں کہ امام الائمہ سراج الامۃ ابو حنیفہؒ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ان کے بعض آباؤ اجداد موسیٰؑ کے عہد کے متصل اور ملک ''برما'' کے بادشاہ تھے۔ دیکھئے ارمغان اسرائیل ص ۹۸۔

(۲) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ متحدہ ہند (پاکستان، بھارت، نیپال، بھوٹان، سری لنکا، ارکان برما، کشمیر وغیرہ) میں صحابہؓ میں سے سب سے پہلے حضرت عثمان بن ابی العاصی ثقفیؓ اور انکی ارسال کردہ جماعت پہنچی۔ اسی جماعت نے یہاں اسلام کی ضیاء پاشی کی اور نور نبوت کو چار دانگ عالم میں پھیلایا۔ یہ حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا۔ ۱۵ھ کا واقعہ ہے، محمد بن قاسم نے تو ۹۳ھ مطابق ۷۱۱ء میں راجہ داہر کو شکست دے کر سندھ اور ملتان کو فتح کیا تھا۔ یہ تو بہت بعد کا زمانہ ہے، متحدہ ہند میں محمد بن قاسم کے آنے کی وجہ بھی ان عازمین حج کی مدد تھی جو سراندیپ کے جزائر کے ذریعہ خلیج عمان کی طرف آرہے تھے، سراندیپ کے راجہ نے انہیں ھدیہ اور تحائف دئے تھے جن کو راجہ داہر کے آدمیوں نے لوٹا تھا۔ پھر اصرار شدید کے باوجود واپس نہیں کیا تھا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم کے پہلے سے یہاں مسلمان آباد تھے۔ جو یقیناً حضرت عثمان بن ابی

لعاصیؓ کی اولاد تھی جنہیں تاریخ "ابناء ابی العاصی" کے نام سے یاد کرتی ہے۔

قاضی اطہر مبارکپوری رقمطراز ہیں کہ عام مورخین متعدد قوی دلائل کے باوجود حضرت عثمان ثقفیؓ اور انکے بھائیوں کے ہندوستان آنے سے بے خبر ہیں بعض نام نہاد مورخین تو جاہلانہ انداز میں محمد بن قاسم سے پہلے کسی بھی اسلامی مجاہد اور مبلغ کے ہندوستان (متحدہ ہند) آنے سے انکار کرنے لگے، افسوس اگر وہ محمد بن قاسم کے حملوں کے اسباب تلاش کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ کافی پہلے سے سراندیپ اور مالابار اور دیگر ساحلی علاقوں میں سینکڑوں مسلم خاندان آباد تھے اور انہوں نے محمد بن قاسم کا استقبال کیا تھا۔

علامہ ابو بکر کوفیؒ فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ مجاہدین اسلام ہندوستان (متحدہ ہند) کی سرزمین پر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں پہنچے اور ہند میں پہلا اسلامی غزوہ بھی انہیں کے زمانے میں ہوا۔ پھر علامہ موصوف نے عثمان ثقفیؓ اور انکے بھائیوں کی ہند آمد کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے (منہاج الدین) علاقہ یاقوت الحمویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "خور دیبل" سندھ کے نواحی علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے اور "دیبل" بحر ہند کے ساحل پر ایک آباد شہر ہے حضرت عثمان ثقفیؓ نے اپنے بھائی مغیرہؓ کو وہاں بھیجا اور انہوں نے اسکو فتح کیا۔ علامہ ابن حزم الاندلسیؒ فرماتے ہیں کہ "وعثمان منهم (ای من بنی أبی العاصی) من خیار الصحابة، ولاله رسول ﷺ الطائف وغزافارس، وثلاثة من بلاد الهند وله فتوح (جمهرة انساب العرب) ان اقوال سے معلوم ہوا کہ متحدہ ہند میں سب سے پہلے عثمان ثقفیؓ اور انکے بھائی آئے۔ اور یہ ۱۵ھ کی بات ہے (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ماہنامہ دار العلوم دیوبند نومبر ۱۹۹۸ء)

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جنوبی ایشیاء (پاکستان، ہندوستان اور ارکان برما سمیت) میں عرب مسلمان ۷۲۶ء مطابق ۱۰۲ھ کے اندر صحابہؓ کے زمانے میں آئے ہیں آخری صحابی ابو الطفیلؓ ہیں جن کا انتقال ۱۰۲ھ مطابق ۷۲۶ء میں ہوا ہے۔ صاحب مشکوۃ المصابیح رقمطراز ہیں "ابوالطفیل هو ابو الطفیل عامر بن واثله اللیثی الکنانی غلبت علیه کنیة، ادرک من حیوة النبیؐ سمانی سنین و مات مائة سنة واثنین بمکة هو آخر الصحابه فی

جمیع الارض (مشکوۃ اسماء الرجال۔ ص ۶۱۰)

برما کا اخبار استقلال لکھتا ہے کہ ۷۸۰ء میں عرب مسلم تاجروں کے چند جہاز (برما) ارکان کے ساحل جزیرہ "رامری" پہنچ گئے تھے۔ ان جہازوں کے عرب تاجران اور جہاز ان ارکان میں رہائش پذیر ہو گئے تھے اس وقت برما میں بدھ مذہب نہیں پھیلا تھا اور انہوں نے توکل علی اللہ کی بناء پر ارکان میں رہائش پذیر ہو کر تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ان کی تبلیغ کے نتیجہ میں بہت سے کافر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور شادی بیاہ سے کافی مسلم اولاد پیدا ہوئی۔ جن کی نسلوں کو تبلیغی رحم و کرم کی بناء پر رحمیہ قوم کہی جاتی ہے۔ (ہفت روزہ اخبار "استقلال" یوم دو شنبہ ۲۱ جمادی الاولی ۱۳۷۴ھ مطابق ۷۱ جنوری ۱۹۵۵ء ص ۱۰)

ایک غیر مسلم مورخ کا کہنا ہے کہ ۷۸۸ء میں راجہ داہر "مہانیشینگ" دھنیاودی (ارکان) کا راجہ تھا۔ اس نے شہر ویسالی کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔ اور شہر "رامری" کی بنیاد ڈالی تھی، اس راجہ کے ایام حکومت میں جزیرہ "رامری" (ارکان) میں بہت سے جہاز تباہ ہوئے۔ اور وہ جہاز والے مسلمانان عرب تھے اور ان کو ارکان کی مختلف بستیوں میں بسایا گیا تھا (تاریخ برہما از ناروے ص ۱۲۵، ماہنامہ اسلامک موومنٹ دہلی ج ۴ شمارہ نمبر ۸/۹، تاریخ اسلام برہما و ارکان ص ۲۴ از مورخ ارکان مسٹر خلیل الرحمان) اس تفصیل سے مندرجہ ذیل باتیں واضح طور پر معلوم ہو گئیں۔

(۱) متحدہ ہند (پاکستان، کشمیر، بھارت، نیپال، بنگلہ دیش، سری لنکا، بھوٹان، ارکان برما وغیرہ) میں عرب مسلمان محمد بن قاسم سے بہت پہلے ۱۰ھ کو حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں آئے اور سب سے پہلے آنے والے صحابی عثمان ثقفیؓ (اور انکے بھائی) ہیں۔ متحدہ ہند میں مذکورہ تمام ممالک شامل ہیں تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب "جہاد میں خواتین کا کردار مع صمصام الاسلام" مطالعہ کیا جائے۔ اس سے ان لوگوں کی تردید ہو گئی ہے جو محمد بن قاسم کا نام لیتے ہیں۔

(۲) ارکان برما کے مسلم باشندوں کی نسل اصلاً عرب سے چلی ہے۔

(۳) ان ممالک کی ضیاء پاشی اور تبلیغ اسلام کے سلسلے میں صحابہؓ نے بے انتہاء قربانیاں دیں۔ اللہ ہمیں صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق دے۔

تبصرہ کتب

مولانا ابراہیم فانی

کتاب : قادیانیت کش۔ مصنف : محمد طاہر رزاق ضخامت : ۱۷۰ صفحات
ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ۔ ملتان

زیر تبصرہ کتاب نامور ادیب اور لامثال خطیب جناب محمد طاہر رزاق کی کاوش فکر کا ثمر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شجرۂ خبیثہ فتنہ مرزائیت کی سرکوبی اور قلع قمع کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس موضوع پر آں محترم کی کئی تصنیفات ہیں جو علمی حلقوں سے داد و خراج تحسین پا چکی ہیں۔ کتاب ھذا کے عنوان سے ظاہر ہے کہ جس عرق ریزی اور خون فشانی سے آپ نے یہ مختصر مگر جامع کتاب ترتیب دی ہے وہ واقعی قابل داد ہے۔ چند عنوانات ملاحظہ ہوں مرزائیت شکن مجاہد' معافی نامہ' ڈاکٹر عبدالسلام کون ایک تعارف ایک تجزیہ' ظالم کون مسلمان یا قادیانی وغیرہ ان میں سے ہر ایک موضوع پر مصنف نے نہایت ہی معلومات افزا مقالات تیار کئے ہیں۔ اسلوب نگارش انداز تحریر اور طرز استدلال انتہائی سلیس اور عمدہ ہے۔ ابتداء میں ملک کے نامور ادباء اہل قلم اور اہل دل صحافیوں نے کتاب اور صاحب کتاب کو جو خراج تحسین پیش کیا ہے وہ خاصے کی چیزیں ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کے قلم کو مزید آب و تاب سے نوازے تاکہ مرزائی دجل و تلبیس کو مسلمانوں پر آشکارا کرتے رہیں۔ کتاب معنوی اور صوری لحاظ سے انتہائی دلکش اور دیدہ زیب ہے۔ الغرض قادیانیت کو سمجھنے کیلئے اور ان کی ملک اور اسلام دشمن سرگرمیوں سے آگاہی کیلئے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

....

کتاب : دجال قادیان مصنف : محمد طاہر رزاق ضخامت : ۷۶ اصفحات
قیمت : ۷۰ روپے ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ۔ ملتان

محمد طاہر رزاق کی تصنیف کردہ یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مسلیمہ پنجاب مرزا قادیانی کے متعلق ہے۔ جس میں مرزا کی شخصیت کا بھرپور تعارف خود انہیں کے الفاظ میں پیش کیا گیا ہے جسے پڑھ کر فوری طور پر یہ تاثر ذہن میں ابھرتا ہے کہ اس ملعون کو نبی یا ولی اور مجدد

ماننا در کنار اس کو ایک سلیم العقل انسان ماننا بھی انسانیت کی تذلیل ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ بات ذہن میں جاگزیں ہوتی ہے کہ اس لعین دجال کے پیرو کار کس طرح اس پر ایمان لائے۔ کیا یہ لوگ عقل و خرد سے عاری ہیں کہ ایسے مسخرے کو نبی مانا یا مجدد باور کرایا۔ زیر تبصرہ کتاب کا ایک عنوان مسٹر گالی گلوچ پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ جو بازاری زبان مرزا نے اپنے مخالفین اور عامۃ المسلمین کے خلاف استعمال کی ہے اور جو نادر و نایاب گالیاں ایجاد کی ہیں۔ شیطان اور ابلیس لعین نے بھی اس پر حیرت و استعجاب کا اظہار کیا ہوگا۔ قادیانیت کے موضوع پر یہ کتاب بھی سابقہ کتاب قادیانیت کش کی طرح قصر قادیاں پر ایک ضرب کاری ہے طاہر رزاق صاحب کے قلم کی خوبی یہ ہے کہ قاری کو اپنی گرفت میں لیتا ہے۔ اور پڑھنے والا کسی قسم کی بوریت اور اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا، اسی سلیس انداز اور جابجا خوبصورت اشعار نے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کیا ہے۔

ماہنامہ : مشکوٰۃ المصباح خصوصی اشاعت شہداء نمبر مدیر : محمد احسن بھٹی

ضخامت : ۲۰۰ صفحات قیمت : پتہ : ا ۔ اے ذیلدار پارک اچھرہ، لاہور

جمعیت طلباء عربیہ پاکستان کا ترجمان مجلّہ ماہنامہ مشکوٰۃ المصباح کا یہ خصوصی نمبر ان خونیں کفناں کی یاد میں ہے۔ جنہوں نے اپنے تازہ اور جوان خون سے گلشن اسلام کی آبیاری کی اور تاریخ عزیمت میں اپنا نام ہمیشہ کیلئے زندہ جاوید کر دیا۔ زیر تبصرہ یہ خصوصی نمبر مضامین کی ندرت اور موضوعات کے انتخاب کے لحاظ سے انتہائی سلیقہ سے مرتب کیا گیا ہے۔ ابتداء میں مشہور جہادی زعماء اور کمانڈروں کی تحریرات دی گئی ہیں۔ جن میں اسامہ بن محمد بن لادن اور شیخ احمد یاسین قائد تحریک حماس فلسطین کے تاثرات بھی شامل ہیں تذکرہ شہداء کیساتھ ساتھ عالمی جہادی تحریکوں کا مختصر تعارف بھی دیا گیا ہے۔ جس اسلوب نگارش سے مضامین ترتیب دیئے گئے ہیں اس سے دل میں جہاد اور شوقِ شہادت کا ولولہ تازہ ابھرتا ہے اور عنوانات کی دلکشی قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہ خصوصی نمبر معنوی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ ظاہری آرائش سے بھی مزین ہے۔ البتہ اگر کاغذ معیاری استعمال کیا جاتا تو اس سے پرچے کے نکھار میں مزید اضافہ ہوتا۔ بلاشبہ اس قسم کی خصوصی اشاعتوں میں اشتہارات ایک معمول ہے لیکن زیر نظر اشاعت ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں یہ تقریباً ۷۰ کے قریب اشتہارات ذوق پر گراں گزرتے ہیں۔

GO ANYWHERE
YOU WANT TO
GO
SOHRAB
MOUNTAIN BIKE
OVAL SHAPE
24" & 26" Size
CYCLING REDUCES POLLUTION
◆ MULTI SPEED GEARS
◆ SPECIAL SIZE TYRES
◆ IMPORTED BRAKES
PAKISTAN'S NO.1 BICYCLE

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak